Regd. # MC-1177

ترجمہ

تنویر العینین فی تحقیق الخطبتین

بنام

خطبۂ جمعہ احکام و مسائل

مصنّف

علامہ و مولانا مخدوم میاں عبداللہ بن محمد مندرو رحمۃ اللہ علیہ

(متوفی ۱۲۳۶ھ)

ترجمہ و تخریج

مولانا محمد صدیق بن حاجی حسن ازہری مدظلہما

تصحیح و مراجعہ

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

ترجمہ

تنویر العینین فی تحقیق الخطبتین

بنام

خطبۂ جمعہ: احکام و مسائل

تصنیف

علامہ و مولانا مخدوم میاں عبد اللہ بن محمد مندرو رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۵۰ھ / ۱۲۳۶ھ، ۱۷۳۷ء / ۱۸۲۱ء

ترجمہ و تخریج

محمد صدیق بن حاجی حسن ازہری مدظلہما

تصحیح و مراجعہ

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

(رئیس دار الحدیث والافتاء جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان)

ناشر

جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

"نور مسجد" کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 021.32439799

طباعتی تفصیلات

کتاب	:	تنویر العینین فی تحقیق الخطبتین
		خطبۂ جمعہ : احکام و مسائل
مؤلف	:	علامہ و مولانا مخدوم میاں عبد اللہ مندرو رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ و تخریج	:	محمد صدیق بن حاجی حسن ازہری مدظلہما
تصحیح و مراجعہ	:	شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالیہ
سن اشاعت	:	محرم الحرام 1438 ہجری / اکتوبر 2016
سلسلہ اشاعت	:	270
تعداد	:	4500
ناشر	:	جمعیت اشاعت اہلسنت
		نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

خوشخبری : یہ رسالہ اس ویب سائٹ پر بھی موجود ہے:

www.ishaateislam.net

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین و علی

آلہ و صحبہ اجمعین. امّا بعد

رسالہ ‘‘ تنویر العینین فی تحقیق الخطبتین ’’ مصنّفہ حضرت علامہ و مولانا مخدوم عبد اللہ بن محمد مندرو علیہ الرحمۃ و الرضوان گجرات - ہندوستان کے ضلع کچھ بھوج سے دستیاب ہوا۔ اردو میں ترجمہ و تخریج کے بعد قارئین کے ہاتھوں پہنچا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے قاری بخوبی جان لے گا کہ بارہویں صدی میں علمائے کچھ و سندھ کے روابط کس قدر مضبوط تھے نیز ان علاقوں میں نصوص شرعیہ پر گہری نظر رکھنے والے جید علما کرام موجود تھے سندھ میں تو یہ سلسلہ قائم رہا لیکن علاقہ ‘‘کچھ’’ ایک لمبے عرصے تک علما کرام کے وجود مبارک سے محروم رہ گیا یوں ہی اس رسالہ سے بارہویں صدی کے علمی ماحول و ذوق کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اس کتاب کے ترجمہ و تخریج میں جن جن حضرات نے میری مدد فرمائی اور کسی بھی صورت میں میرے معاون ہوئے میں ان سب حضرات کا شکر گذار ہوں ربّ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے خصوصًا حضرت مولانا سید احمد شاہ الحسینی صاحب جن کے ذریعے مخطوط ملا اور مولانا رمضان اکبری صاحب جنہوں نے مخدوم صاحب کی کتابوں کی تلاش میں مدد فرمائی ان حضرات کا

بالخصوص ان دو حضرات کا مشکور و ممنون ہوں جنہوں نے اپنی تقاریظ سے کتاب کو منور و مجلّٰی کر دیا اول استاذ الاساتذہ حضرت علامہ و مولانا محمد احمد نعیمی صاحب قبلہ حفظہ اللہ ورعاہ (شیخ الحدیث دار العلوم انوار مجددیہ نعیمیہ) دوم حضرت علامہ و مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب قبلہ مد ظلہ العالی جنہوں کتاب کی تصحیح بھی فرمائی اور اہم مشوروں سے نواز کر کتاب کی اہمیت کو دوبالا کر دیا رب ذوالجلال ان کی خدمات کو اپنے حبیب لولاک کے صدقہ و طفیل قبول فرمائے آمین۔

اخیراً میں اپنی کم علمی و بے بضاعتی کا اعتراف کرتا ہوں اور قارئین سے التماس کرتا ہوں کہ اگر اس کاوش میں کوئی خیر و بھلائی نظر آئے تو محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے اور جو کوتاہی، غلطی نظر آئے وہ مجھ سے اور شیطان کی جانب سے ہے۔

و ما توفیقی إلا باللہ

محمد صدیق بن حسن ازہری

کچھ۔ گجرات الہند

۲۷ ذی القعدہ ۱۴۳۷ھ

۳۱ اگست ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین حمد الشاکرین و الصّلوۃ و السّلام علی سیدنا و نبینا و مولانا محمد سید المرسلین و رسول رب العالمین و علی آلہ الطیبین الطاھرین و أصحابہ الراشدین المھدیین و عبادہ الصالحین رضوان اللہ تعالی علیھم أجمعین و بعد

یہ کتاب مستطاب بنام ''تنویر العینین فی تحقیق الخطبتین'' مصنّف تصنیفات کثیرہ مجمع البرکات ومنبع الفیوض والحسنات عارف ربّانی مخدوم میاں عبد اللہ مندرو ستھری والے قدس سرّہ کا خطبۂ جمعہ کے مسائل و احکام پر مشتمل تصنیفات سے ایک مستند اور اپنے موضوع پر ایک جامع کتاب ہے جنہوں نے خطبۂ جمعہ کے مسائل و احکام میں سیر حاصل بحث کی ہے، خطبۂ جمعہ کے ارکان و فرائض و سُنَن پر بحث فرمائی ہے۔ وہ ایک بے بدل عالم دین اور ائمۂ وقت اور اکابر علماء میں سے تھے جن علوم و فنون دینیہ اور معارف ربّانیہ کی وقت کے علماء و مشائخ اہل سنّت نے تعریف کی ہے جس پر ان کے اساتذہ کرام نے فخر کیا ہے۔ اور جن کی تصانیف سے اہل سندھ ایک زمانے سے استفادہ کرتے رہے ہیں۔

اور مندرا قوم اب تک بلکہ قیامت تک فخر کرتی رہے گی ایسے حقّانی ربانی لوگ طویل زمانہ کے بعد دنیا پر سورج کی طرح روشن فگن ہوتے ہیں اور روشنی پھیلا کر چلے جاتے ہے۔ وہ تو چلے جاتے ہیں مگر وہ علوم و معارف جو وہ سپرد قرطاس کر جاتے ہیں عوام المسلمین اُن سے فیض یاب ہوتے رہتے ہیں۔ میں علامہ مولانا محمد صدیق بن حاجی حسن ازہری زید مجدہٗ و شرفہ' کو داد دیتا ہوں جنہوں نے بڑی محبت و

عام پر لا کر حضرت مخدوم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے علمی کارنامے کو عالم اسلام میں اُجاگر کیا ہے، دعا کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ اپنے حبیب کے صدقے دین متین کی مزید خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

احقر عبدہ عبد المصطفیٰ محمد احمد النعیمی (مندرو)

خادم الحدیث والفقہ بدار العلوم انوار المجددیۃ النعیمیۃ، ملیر، کراچی (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم دین کی ترویج و اشاعت انبیاء کرام علیہم السلام نے کی، ان کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اس کے لئے اپنا تن من دھن غرض یہ کہ سب کچھ قربان کردیا، علم کی شمع لے کر دنیا کے کونے کونے تک پہنچے اور پیاسوں کو سیراب کیا ،ان کے بعد تابعین و تبع تابعین بھی ان ہی کی روش پر چلے، ان کے بعد ائمہ مجتہدین و ائمہ حدیث نے علم دین کی ترویج و اشاعت میں بڑا کردار ادا کیا، تدوین حدیث و تدوین فقہ کے ذریعے امت کے لئے آسانی پیدا کی، ان میں سراج الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا بڑا کردار رہا ہے، آپ کے بعد آپ کے شاگرد پھر ان کے شاگرد اس طرح یہ سلسلہ جاری و ساری رہا۔ علماء دین نے اپنی زندگیاں علم دین کی اشاعت اور امت کی رہنمائی کے لئے وقف کردیں، خوشحالی و تنگی میں، راحت و پریشانی میں، امن و بدامنی کے حالات میں، صحت و بیماری میں، حضر و سفر میں، علم دین کی ترویج کا فریضہ انجام دیتے رہے، درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و نصیحت، عمل و کردار کے ذریعے عوام الناس کی اصلاح کا سامان کیا، برصغیر میں علم دین کی نشر و اشاعت کا بہت بڑا کام ہوا خصوصاً سندھ میں بڑے بڑے علماء گزرے، خاص طور پر ٹھٹہ کو مرکزی حیثیت حاصل رہی، جہاں کثیر تعداد میں اولیاء و علماء ایک زمانے تک ظاہری اور باطنی علوم کے ذریعے امت کی پیاس بجھاتے رہے۔ ان میں ایک بڑا نام شیخ الاسلام والمسلمین مخدوم المخادیم مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹوی علیہ الرحمہ کا ہے، جن کی خدمات کو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا، آپ کی بارگاہ سے فیض حاصل کرنے والے آپ کی صحبت سے مستفیض ہونے والے، آپ سے علم و

انہوں نے علم و عرفان کے موتی بکھیرے، علم دین کی خدمت کو اپنا نصب العین بنایا، درس و تدریس کے ذریعے تشنگانِ علم کی پیاسیں بجھائیں، وعظ و نصیحت کے ذریعے عوام المسلمین کی اصلاح کی، ان میں سے ایک حضرت مخدوم میاں عبد اللہ بن محمد مندرو کہ جن پر اُن کی اپنی قوم کو فخر ہے اور وہ ان کے لیے قیامت تک باعث افتخار رہیں گے، بلکہ امت مسلمہ کو ان پر ہمیشہ فخر رہے گا، میاں عبد اللہ مندرو جہاں ایک بہترین مدرس تھے وہیں ایک بہترین مصنّف و موٴلّف بھی تھے، جہاں آپ نے درس و تدریس کے ذریعے علم دین کی اشاعت میں حصہ لیا وہیں تصنیف و تالیف کو بھی دین کا علم دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بنایا اور جس طرح اپنے پیچھے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد چھوڑ گئے اس طرح بعد میں آنے والوں کے لیے کُتُب و رسائل کی صورت میں اُن کا حصہ چھوڑ گئے۔ اُن کی تحریر کو لوگوں نے کثرت سے پڑھا ہے ہم نے دیہاتوں میں ایسے اکثر لوگوں کے ہاں جو پڑھنا لکھنا جانتے اور علمی ذوق رکھتے ہیں مخدوم مندرو علیہ الرحمہ کی کُتُب میں سے کوئی نہ کوئی کتاب دیکھی ہے، سندھی زبان بولنے والوں میں سے اکثر نے قرآن مجید کے بعد مخدوم مندرو علیہ الرحمہ کی کُتُب کو پڑھا ہے جو ان کی کُتُب کے مقبول ہونے کی علامت ہے، آپ کی کچھ کُتُب زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہیں اور کئی ہنوز مخطوط ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ مخدوم مندرو علیہ الرحمہ کی وہ تصانیف و تالیفات جو اب تک طبع نہیں ہوئیں اُن کی اُس زبان میں کہ جس میں لکھی گئی ہیں تحقیق و تخریج کے ساتھ طبع کرنے کا اہتمام کیا جائے اور پھر اُن کا ترجمہ دوسری زبانوں میں کروایا جائے تاکہ دیگر بھی اُن سے استفادہ کر سکیں۔

الحمد للہ حضرت علامہ محمد صدیق ازہری مد ظلہ کو اللہ تعالیٰ نے ہمت اور توفیق بخشی، آپ نے حضرت میاں عبد اللہ مندرو علیہ الرحمہ کی ایک کتاب ''تنویر

لانے کی سعی کی ہے اور موصوف ایک بہترین عالم دین ہونے کے ساتھ ایک اچھے محقق اور بزرگوں کی تصنیفات پر کام کو ترجیح دینے والے، مآخذ حدیث وفقہ، تراجم علماء پر اچھی نظر رکھنے والے شخص ہیں، موصوف کا اس حقیر سے رابطہ رہتا ہے جب بھی ان سے گفتگو ہوئی تو علمی ہی ہوئی، جس سے ان کے علمی ذوق کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے اور موضوع گفتگو اکثر اسلاف کی وہ کتب ہی ہوتی ہیں جو ہنوز طبع نہیں ہوئیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کی شدید خواہش ہے کہ ہمارے اسلاف کے نایاب ذخیرے کو ضائع ہونے سے بچایا جائے اور اُن کو منظر عام پر لانے کی بھرپور کوشش سعی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے علم و فضل میں برکتیں عطا فرمائے اور اُن کے ذوق میں ترقی دے اور دین متین کی خدمت کی مزید توفیق مرحمت فرمائے۔

عبدہ محمد عطاء اللہ نعیمی غفرلہ

خادم دار الحدیث والافتاء بجامعۃ النور

جمعیۃ اشاعۃ اھل السنۃ (پاکستان)

میتھادر، کراچی، پاکستان

حالات مصنف علیہ الرحمہ

آج ہم دو صدیاں گذر جانے کے بعد ایک ایسے مصنّف و مولّف کی زندگی کے بارے میں قلم اٹھا رہے ہیں جن کے رشحات قلم سے نکلی ہوئی تصنیفات و تالیفات ہمارے درمیان کمیاب ہیں مزید یہ کہ ان دو صدیوں میں اس جانب کسی صاحب قلم نے خاطر خواہ توجہ بھی نہیں دی اور آپ کی زندگی پر کوئی مستقل کتاب یا رسالہ نہیں لکھا گیا۔ متاخرین کی جو بھی تحریر اٹھائیں جو ہمارے مصنف کے متعلق گفتگو کرتی ہیں دلجمعی و یکسوئی سے مطالعہ کرنے کے بعد اعتراضات و شبہات کا ایک دور چل پڑتا ہے جن کے ازالے کے لیے تاریخی مصادر کی مراجعت ناگزیر ہوتی ہے وہیں تاریخی مصادر میں خاطر خواہ مواد نہیں ملتا۔

اس بارہویں صدی کے مصنّف کا نام نامی اسم گرامی میاں مخدوم عبد اللہ مندرونر یے وارو ہے۔

آپ کی سوانح پر کچھ لکھنا بہت مشکل کام ہے خصوصًا اس وقت میں جبکہ آپ کی تصانیف بھی کمیاب ہیں۔ ہم یہ دعوی نہیں کرتے کہ ان دو سو سال میں کسی نے ایسی عظیم شخصیت پر قلم نہیں اٹھایا ہوگا لیکن جو کچھ بھی لکھا گیا وہ یا ہم تک نہیں پہنچا یا اس قدر کم ہی تھا جو ہم تک پہنچا تو صحیح اور اس سے استفادہ بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس سے مکمل سوانح حیات ترتیب نہیں دی جاسکتی۔

ستم بالائے ستم اس خاندان کی نسل باقی بھی اپنے گھروں میں موجود و محفوظ کُتُب و رسائل تک رسائی نہیں دے رہی ہے۔ ایسے حالات میں جو کچھ بھی لکھا جائے گا سب ناکافی و غیر مکمل رہے گا۔ ہاں کچھ بھی نہ ہونے سے تھوڑا بہت ہونا

بہتر ہے۔ لہٰذا اسی قلیل و مختصر کو اس تحریر میں یکجا کر کے قارئین کے حوالے کیا جا رہا ہے۔

امید ہے کہ قارئین اس مختصر تحریر سے حضرت مصنف کی سوانح حیات و علمی خدمات کا خاکہ ذہن میں نقش کر لیں گے۔ اور مزید معلومات جن حضرات کے پاس جس شکل میں موجود ہوں ہم تک پہنچانے کی کوشش کریں گے تاکہ یہ کتاب آئندہ ایڈیشن میں اضافہ کے ساتھ قارئین کے ہاتھوں سپرد کی جاسکے۔

نام و ولادت : آپ کا نام عبد اللہ اور آپ کے والد مکرم کا نام محمد ہے۔ آپ مخدوم عبد اللہ کے نام سے مشہور ہیں آپ کے نام سے قبل لفظ مخدوم کا لاحقہ آپ کی جلالت علم کی وجہ سے لگایا گیا ہے نیز آپ کو میاں عبد اللہ کے نام سے بھی جانتے ہیں۔ میاں لفظ اس زمانہ میں علم دین سے تعلق و رشتہ رکھنے والے شخص کے ساتھ استعمال ہوتا تھا۔ آپ مندرہ (کچھ میں میم کی زبر اور سندھ میں میم کی زیر کے ساتھ) خاندان سے تعلق رکھتے تھے اسی نسبت کی وجہ سے آپ کو میاں عبد اللہ مندرو بھی کہا جاتا ہے۔

اس نسبت کے تعلق سے مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی رقمطراز ہیں:

"مخدوم عبد اللہ اصل میں تحصیل بدین کے ماندر علائقہ کے رہنے والے تھے اور برادری کے اعتبار سے مندرو کہلاتے تھے"[1]

مولانا قاسمی کی اس عبارت میں دو باتوں کو بیان کیا ہے:

اول : آپ اصل سندھ کے ضلع بدین میں واقع ماندر علائقہ کے باشندے تھے۔

---

1 غلام مصطفیٰ قاسمی، رسالہ مہران سنہ 1988ء (3) جولائی ستمبر صفحہ نمبر 4۔

دوم : آپ مندرو خاندان سے تعلق رکھتے تھے جسے ہمارے کچھ میں مندرہ کہا جاتا ہے اور یہ قوم سندھ و کچھ میں کافی تعداد میں موجود ہے۔

پہلی بات پر ڈاکٹر عبدالجبار جونیجا نے اعتراض کیا ہے اور مولانا قاسمی کے خیال و قیاس کو زمینی حقیقت سے رد کیا ہے چنانچہ جونیجا صاحب نے لکھا ہے

"ماندر نام کا کوئی بھی گاوں بدین ضلع میں نہیں ہے، ہاں، یہ ممکن ہے کہ نلیا گاوں کسی ماندر نامی علاقہ میں ہو"[2]

ڈاکٹر خانائی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اپنا رجحان ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب محترم عبدالجبار صاحب خود اس علاقے کے باشندے ہیں اس اعتبار سے انکی رائے زیادہ درست ہو گی"[3]

میں کہتا ہوں : اگر خانائی صاحب نے ڈاکٹر عبدالجبار کی عبارت کے محض جزو اول کو درست مانا ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اور انکی عبارت کا جزو اول یہ ہے کہ ماندر نام کا کوئی گاوں بدین علاقے میں نہیں ہے۔ ہم بدین ضلع کی قدیم و حدیث تاریخ سے آشنائی نہیں رکھتے البتہ جونیجا صاحب کی عبارت کا جزو دوم کہ نلیا گاوں کسی ماندر نامی علاقے میں واقع ہوا سے قیاس و خیال کے زمرے میں شامل کرنے کے علاوہ ہمارے پاس کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے کیونکہ نلیا کسی ماندر نامی علاقے میں قدیماً و حدیثاً واقع نہیں ہوا اور ہم اسی علاقے کے باشندے ہیں لہذا صَاحِبُ الْبَیْتِ أَدْرَی بِمَا فِیْهِ (گھر والا اپنے گھر سے زیادہ واقف ہوتا ہے)۔

---

2 جونیجو، عبدالجبار، سندھیوں، صفحہ 4۔

مندرو نسبت پر بات نکلی اور لمبی گئی اب واپس گفتگو کو وہیں لاتے ہیں اور مخدوم صاحب کے نام ساتھ آپ کی جائے ولادت نلیا کی جانب نسبت بھی لکھنے اور بولنے میں آتی ہے اور اسی طرح آپ کی جائے وفات کی جانب نسبت کرتے ہوئے مخدوم سٹھری والا[4] بھی لکھتے ہیں

مختلف تحریروں کے پڑھنے کے بعد ہمیں آپ کی جائے ولادت کی جانب نسبت کی کتابت کے چند نمونے ملتے ہیں جو زبانوں کے اختلاف کے سبب مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے اس گاؤں کی جانب نسبت کرتے ہوئے آپ کو مخدوم عبداللہ نلیاوالے ہم نے لکھا ہے اور اسی گاؤں کو رچارڈ بارٹن نے ناڑی[5] نام سے موسوم کیا ہے۔

مولانا قاسمی "کنز العبرت" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ

"شمس العلما ڈاکٹر عمر بن محمد داود پوٹو کے کتبخانہ میں بارہویں صدی ہجری کے علما کی کتابوں کا ایک مجموعہ نظر آیا جن میں کچھ کتابوں پر مخدوم عبداللہ کی تقریظ بھی ہیں اس میں حضرت کے نام کے بعد نرائی لکھا ہوا ہے"[6]

مخدوم عبداللہ نے اپنے ایک خط کے اخیر میں خود کا نام اس طرح لکھا ہے

"مُشْتَاقُ الْخِدْمَةِ مُحِبُّ الْعُلَمَا فَقِيْر عَبْدُ الله سَاكِنِ بَلْدَةِ نَلْيَة فِي بِلَادِ الْكَجِ"[7]

اسی طرح آپ کی مطبوعہ کُتب پر نلیوی نسبت بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔[8]

---

4 مواہب العلام فی فضائل سید الانام کی عبارت ابھی آئے گی

5 بحوالہ مقالات خانائی۔

6 یہ مقدمہ مہران اکیڈمی نے سنہ 1988 میں رسالہ میں شائع کیا ہے۔ (دیکھیں حوالہ نمبر 1)

7 مخدوم، مندرہ، عبداللہ، جامع الکلام فی منافع الانام، تحقیق و تنقیح: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ص 159، سندھی ادبی بورڈ

8 معراج نامہ سندھی، مطبع [illegible] واقع معمورہ بمبئی، صفحہ اخیر

گو کہ شہر نلیا تحصیل ابڑاسا ضلع کچھ کی جانب نسبت کرتے ہوئے ان مختلف الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں۔

نلیوی: عربی فارسی میں یاء نسبتی کے ساتھ

نرئے وارو: سندھی و کچھی زبان میں نسبت کے لفظ وارو کے ساتھ

نلیا والے: اردو میں

اور خود شہر کو مندرجہ ذیل ناموں سے ذکر کیا گیا ہے

۱۔ نرئیو ۲۔ ناڑی ۳۔ نرائی ۴۔ نلیہ۔

ولادت : آپ کی تاریخ ولادت کے بارے میں کوئی پختہ ثبوت ابھی تک نہیں ملا۔ ہاں سن ولادت مولانا قاسمی[9] نے ڈاکٹر بنی بخش خان بلوچ کی کتاب ''مداحوں، مناجاتوں''[10] کے حوالے سے درج فرمائی ہے جو سن 1150ھ مطابق سن 1737ء ہے اور اسی پر تمام متاخرین تذکرہ نگار حضرات کا اعتماد ہے۔ آپ کی جائے ولادت مقام نلیا تحصیل ابڑاسا ضلع کچھ بھوج گجرات ہے جس کے بارے میں ہم نے پچھلے صفحات میں مفصل بحث کی ہے۔

عبد اللہ نامی دیگر ہمعصر شخصیات سے تشابہ:

آپ کی سیرت و سوانح نگار حضرات نے آپ کے ہمنام و ہمعصر شخصیات کے ساتھ تشابہ پیدا کر دیا ہے اور آپ کی خدمات و تصنیفات کو انکے نام و لقب کے تحت درج کر دیا ہے اس طرح ان کے مابین خلط ملط واقع ہوا ہے۔

حضرت مخدوم عبد اللہ مندرہ ہی کے ہمنام و ہمعصر میاں عبد اللہ موریو مشہور بہ ''واعظ'' بھی سندھ کے عالم تھے ان دونوں ناموں اور شخصیتوں کو بعض

---

9 قاسمی، 1988ء، ص 4

مترجمین نے ایک ہی شمار کرایا ہے وہیں میاں عبد اللہ مندرہ کی تالیفات و تخلیقات کو میاں عبد اللہ موریو کے ترجمہ و سیرت میں بیان کر دیا ہے۔

علامہ خانائی نے اس تعلق سے سیر حاصل بحث کی ہے چنانچہ انکے مقالے سے اقتباس اردو ترجمہ کرتے ہوئے پیش کیا جاتا ہے آپ خود ملاحظہ فرمائیں۔

" مخدوم میاں عبد اللہ کے زمانے میں انکے ہمنام مخدوم عبد اللہ عرف میاں موریو (متوفی 1167ھ/1754ء) ٹھٹہ شہر ہی میں موجود تھے۔ مخدوم عبد اللہ عرف میاں موریو کی شرافت، بزرگی و بلند رتبہ کی شہرت کی وجہ سے بعض مؤرخین نے مخدوم عبد اللہ نلیاوالے کی تصنیفات کو انکے تذکرہ میں بیان کر دیا ہے حالانکہ مخدوم عبد اللہ موریو رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں کسی بھی قسم کی تصنیف و تالیف سے اشتغال نہیں فرمایا۔

تاریخی اعتبار سے جب ہم مخدوم عبد اللہ نلیاوالے اور مخدوم عبد اللہ موریو کی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مخدوم عبد اللہ موریو صرف دینی و تبلیغی وعظ و نصیحت مختلف مساجد و محافل و خانقاہوں میں فرماتے تھے۔ اسی وعظ کی نسبت سے آپ میاں عبد اللہ واعظ کے نام سے مشہور ہوئے"۔

پھر کچھ آگے چل کر خانائی صاحب لکھتے ہیں

" علامہ محمد صدیق میمن وہ پہلے سندھی مؤرخ ہیں جنہوں نے سندھ کی ادبی تاریخ (سندھی) کتاب[11] میں مخدوم عبد اللہ نلیاوالے اور مخدوم عبد اللہ موریو کے بارے میں اشتباہ کیا ہے وہیں ہمارے مترجم مخدوم صاحب کی تصانیف کو

---

11 میمن، خان بھادر، محمد صدیق، سندھ جی ادبی تاریخ، حصہ اول ص 6 انسٹیوٹ آف

مخدوم واعظ کی جانب منسوب کرنا شروع کر دیا ہے اور میمن صاحب کی تقلید انکے بعد دیگر نے کی ہے۔"

میمن صاحب کی کتاب "سندھ کی ادبی تاریخ" اور "تحفۃ الکرام" سے میاں موریو کے ترجمہ کو نقل کرنے کے بعد میر علی شیر قانع ہی کی دوسری تصنیف "مقالات الشعرا"[12] میں موجود میاں موریو کے تذکرہ پر استناد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " میر علی شیر قانع ٹھٹوی اپنی دوسری کتاب "مقالات الشعرا" میں مخدوم عبد اللہ واعظ کی وفات کا سال 1167ھ مطابق 1754ء تحریر فرمایا ہے اور مخدوم عبد اللہ نلیا والے نے اپنی کتاب "کنز العبرت" 1175ھ مطابق 1762ء میں مکمل فرمائی۔

اگر یہاں دونوں شخصیتوں کو ایک مان لیں یا دیگر مؤرخین کی طرح "کنز العبرت" وغیرہ مؤلفات کی نسبت مخدوم عبد اللہ واعظ کی طرف درست مانیں تو یہ ممکن نہیں کی کوئی انسان اپنی وفات کے آٹھ سال بعد کتاب تصنیف کرے"[13]۔

ایک دوسری شخصیت جن کا نام بھی عبد اللہ بن محمد تھا ان سے اشتباہ "مواہب العلام فی فضائل سید الانام" کتاب پر پی۔ایچ۔ڈی۔ کرنے والے اسکالر جناب طاہر رضا بخاری صاحب نے پیدا فرمایا ہے چنانچہ کتاب کے مصنّف کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" قَدْ جَائَتْ تَرْجَمَةٌ لِصَاحِبِ الْكِتَابِ الشَّيْخِ الْعَالِمِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ السِّنْدِی فِی نُزْهَةِ الْخَوَاطِرِ وَ فِی عَجَائِبِ الْآثَارِ فِی التَّرَاجِمِ وَ الْاَخْبَارِ الْمَعْرُوفِ بِ تَارِيخِ الْجَبْرَتِی كَمَا يَلِی

---

12 قانع، میر، علی شیر، مقالات الشعراء، ص

''اَلشَّیْخُ الْعَالِمُ الصَّالِحُ عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَیْنِ السِّنْدِی نَزِیْلُ الْمَدِیْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ الْمَشْهُوْرُ بِجُمْعَه، حَضَرَ دُرُوْسَ الشَّیْخِ مُحَمَّد حَیَاةِ السِّنْدِی وَ غَیْرِه مِنَ الْوَارِدِیْنَ وَ جَاوَرَ بِالْمَدِیْنَةِ نَحْوًا مِّنْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةٍ وَّ اِنْتَفَعَ بِه طَلَبَةُ الْمَدِیْنَةِ وَ اشْتَهَرَتْ بَرْکَتُه فَکُلُّ مَنْ قَرَءَ عَلَیْهِ شَیْئًا فَتَحَ اللهُ عَلَیْهِ وَ صَارَ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَ کَانَ ذَا کَرَمٍ وَ مُرُوْءَةٍ وَ حَیَاءٍ وَّ شَفْقَةٍ-''[14]

ترجمہ : صاحب کتاب شیخ عالم عبد اللہ بن محمد سندھی کا ترجمہ ''نزھۃ الخواطر'' اور ''عجائب الآثار فی التراجم والاخبار'' معروف بہ ''تاریخ جبرتی'' میں اس طرح مذکور ہے

'' شیخ ، عالم ، نیک بخت ، عبد اللہ بن محمد بن حسین سندھی نزیل مدینہ منورہ مشہور بنام جمعہ ۔ شیخ محمد حیات سندھی اور دیگر مدینہ میں آنے والے علما کے دُروس میں حاضر ہوئے اور چالیس سال کے قریب مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور مدینہ منورہ کے طلبہ نے آپ سے نفع حاصل فرمایا اور آپ کی برکت مشہور ہوئی جو بھی آپ کے پاس کچھ پڑھتا اللہ تعالیٰ اس پر علم و عرفان کے دروازے کھول دیتا اور علما کی جماعت میں ہو جاتا سخاوت، تقویٰ و پرہیزگاری، شرم و حیا، اور شفقت و محبت کے مالک تھے''۔

یہاں آپ بخوبی ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ جناب اسکالر صاحب نے مخدوم عبد اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے شیخ عبد اللہ مشہور بہ جمعہ کے ساتھ اشتباہ پیدا کیا ہے حالانکہ اسی کتاب کا وصف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

14 مخدوم ، مندرہ ، میاں عبد اللہ ، مواھب العلام فی فضائل سید الانام ، ص 57 تھسیس پنجاب یونیورسٹی

"وَ كُتِبَ عَلَى الصَّفْحَةِ الْاٰخِيْرَةِ لِلْفِهْرِسِ وَ هُوَ مَوَاهِبُ الْعَلَّامِ فِي فَضَائِلِ سَيِّدِ الْاَنَامِ لِلْعَلَّامَةِ الشَّيْخِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى الْمَخْدُوْمِ ستهري والا" [15]

ترجمہ : اور فہرست کے آخری صفحہ پر مکتوب ہے

" مواہب العلام فی فضائل سید الانام : [16] علامہ شیخ عبد اللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ مخدوم ستھری والا کی کتاب"

آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ اصل کتاب کی فہرست کے آخری صفحہ پر مخدوم ستھری والا مکتوب ہے لہٰذا اس سے مراد مخدوم عبد اللہ بن محمد مندرو ہیں کیونکہ آپ ہی ستھری میں مدفون ہیں اور اس نسبت سے جانے جاتے ہیں جیسا کہ اس عبارت سے واضح ہوتا ہے اور مخدوم عبد اللہ بن محمد بن حسین سندھی کی شخصیت الگ ہے انکو مخدوم ستھری والا کہنا درست نہیں ہے۔

اس کتاب کی نسبت ان دونوں شخصیات میں کس کی جانب درست ہے اسکے متعلق مفصل بحث ایک لمبے مطالعہ و تحقیق کی محتاج ہے۔

تعلیم و تربیت : آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت کے متعلق تاریخی مصادر خاموش ہیں، ہاں آپ نے اس زمانہ کے مشہور علمی مرکز ٹھٹہ کی طرف رُخ فرمایا تھا اور وہاں اپنے اساتذہ سے علمی فیوض و برکات حاصل فرمائے۔ آپ کا زمانہ تعلیم

---

15 نفس المرجع ص 55

16 یہ کتاب مخطوط ہے عربی زبان میں ہے، علامہ محمد عرفان ضیائی اور شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دامت برکاتہم نے محقق علامہ عبد اللہ فہیمی سے اس کتاب پر تحقیق و تخریج کروائی ہے، جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) عنقریب شائع کرے گی یا کروائے گی۔

ٹھٹہ میں کب سے کب تک رہا اس کے متعلق بھی پختہ ثبوت ابھی تک نہیں ملا اسی طرح آپ کے شیخ طریقت و مرشد کے بارے میں بھی علم نہیں ہوا۔

خانائی صاحب نے لکھا ہے کہ آپ نے شہر ٹھٹہ کے کبار علما سے علم حاصل فرمایا اور قرآن مجید بھی حفظ فرمایا[17]۔

آپ کے اساتذہ میں مشہور نام مندرجہ ذیل ہیں

(1) : مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی متوفی 1174ھ : مولانا عبدالرسول قادری نے اپنی کتاب مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی : سوانح حیات و علمی خدمات (سندھی) میں مخدوم عبد اللہ کو آپ کے شاگردوں میں شمار کرایا ہے[18]

فقیر امداد علی سرائی[19] نے بھی مخدوم عبد اللہ مندرہ کو مخدوم صاحب کے شاگردوں میں بتایا ہے۔

مخدوم محمد ہاشم رحمہ اللہ ایک عظیم مصنّف، مفسّر، محقّق، اور فقیہ تھے آپ کی تصانیف ۶۰۰ سے زائد ہیں جن میں عربی و فارسی، سندھی زبان میں مختلف اسلامی علوم و فنون کو شامل ہیں (آپ کے مفصل حالات کے لیے دیکھیں: نزھۃ الخواطر ص 742، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی: سوانح حیات و علمی خدمات، غلام رسول قادری، مقدمہ "مظہر الانوار" : علامہ مفتی محمد جان نعیمی مدظلہ العالی)

(2): مخدوم ضیاء الدین ٹھٹوی رحمہ اللہ متوفی 1171ھ: علامہ، عالم کبیر ضیاء الدین بن ابراہیم بن ہارون بن عجائب بن الیاس صدیقی ٹھٹوی سندھی۔

---

17 خانائی، قریشی، حامد علی، مقالات خانائی، ص 10

18 قادری، ڈاکٹر، عبد الرسول، مخدوم محمد ھاشم ٹھٹھوی: سوانح حیات، علمی خدمتوں باب 4 ص 4

شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں ہیں سن 1091ھ ٹھٹہ میں پیدا ہوئے اور شیخ عنایت اللہ سندھی کے پاس علم حاصل فرمایا۔ ۸۰ سال کی عمر پاکر سن 1171ھ میں وفات فرمائی[20]

مخدوم عبد اللہ اور انکے استاذ مخدوم ضیاء الدین ٹھٹوی کے درمیان خطوط و مراسلات کا بھی دَور چلا اور ایک دوسرے کو بڑے ادب و احترام سے مخاطب کیا کرتے تھے۔ ہم آگے چل کر آپ کے علمی مقام کے عنوان کے تحت ان خطوط کا تذکرہ کریں گے۔

(3) مخدوم محمد صادق ٹھٹوی رحمہ اللہ تعالی: شیخ علامہ محمد صادق بن عنایت اللہ ٹھٹوی سندھی معقولات و منقولات میں ماہر مانے جاتے تھے۔ شہر ٹھٹہ میں ولادت ہوئی اور نحو و علوم عربیہ، فقہ و اصول فقہ شیخ محمد معین بن محمد امین سندھی سے حاصل فرمائے اور حج کے سفر کے دوران سورت میں شیخ عبد الولی بن سعد اللہ سلونی سے بیعت فرمائی اور علوم طریقت حاصل فرمائے۔ اور آپ کے شاگردوں کی لمبی فہرست ہے[21]۔

مخدوم عبد اللہ نے ایک خط میں انہیں استاذ محترم کہہ کر خطاب فرمایا ہے[22]۔

مخدوم عبد اللہ اور مخدوم محمد صادق ٹھٹوی کے مابین کافی گہرے تعلقات تھے مخدوم عبد اللہ اپنے احوال سے باخبر کرتے رہتے تھے اور مخدوم محمد صادق بھی

---

20 نزھۃ الخواطر ص 832

21 نزھۃ الخواطر ص 822

22 مخدوم، مندرہ، عبد اللہ، جامع الکلام فی منافع الانام، تحقیق و تنقیح: ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، ص 122، سندھی ادبی بورڈ

وہاں سے خطوط میں اپنے حالات و گھریلو معاملات لکھ بھیجتے تھے وہیں آپ کچھ کے دورے پر بھی آتے رہتے تھے جیسا کہ آپ کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔

تعلیمی زندگی کے بعد: جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ آپ کے زمانہ تعلیمی کے متعلق تاریخی شواہد میسر نہیں ہوئے اسی طرح آپ کی بعد کی زندگی کے بارے میں کافی تذکرہ نہیں ملتا البتہ جو کچھ بھی مختلف مصادر و مراجع میں مذکور ہے ہم انہیں یکجا کر کے مصنّف کی زندگی کے کچھ اوراق قارئین کے حوالے کر رہے ہیں۔

فقیر امداد علی سرائی نے لکھا ہے کہ: فراغت کے بعد اپنے استاذ (مخدوم محمد ہاشم) کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنے گاوں نلیا واپس آکر درس و تدریس، دینی تبلیغ واشاعت کا سلسلہ جاری فرمایا۔

خانائی صاحب کے مطابق آپ نے شہر نلیا میں مدرسہ کا بھی قیام فرمایا تھا۔ لکھتے ہیں: اس زمانہ میں مخدوم عبد اللہ کے اس مدرسہ کی بڑی شہرت تھی۔ ہندوستان کے بہت علماء کرام آپ کے علمی فیوض و برکات سے مالامال ہوئے۔[23] (انتھی)

آپ کی خدمات اپنے شہر نلیا میں کس نوعیت کی رہیں اور اسکا کیا اثر ہوا اور آپ کے مدرسہ کے قیام کے علاوہ کونسی خدمات انجام دیں؟ ان سب سوالات کا تفصیلی جواب ابھی تک ہمیں نہیں ملا۔

نلیا کی مسجد کا قضیہ: مخدوم عبد اللہ نے اپنے خطوط کا مجموعہ بنام "جامع الکلام فی منافع الانام" مرتب فرمایا ہے ان خطوط میں علامہ محمد صادق ٹھٹوی کے دو خطوط۔ جو پیرزادہ محمد شفیع کے نام ہیں۔ میں نلیا کی مسجد میں امام اور خطابت کے

---

23 خانائی، قریشی، حامد علی، مقالات خانائی، ص 10

بغیر جمعہ کے قیام کے جواز و عدم جواز کے متعلق بحث ہے اور دونوں فریق کے درمیان صلح کرنے کا بیان ہے۔

چنانچہ خطوط کی عبارت سے جو قضیہ سمجھ میں آتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نلیا کی مسجد میں ناسمجھ مولوی یہ کہہ کر جمعہ قائم کرنے سے روکے ہوئے تھے کہ اقامت جمعہ کے لیے امام اور خطابت کا ہونا ضروری ہے ان دونوں کے بغیر جمعہ قائم نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مسئلہ کچھ سے نکل کر سندھ کے علمی مرکز ٹھٹہ پہنچا اور یہ مخدوم عبد اللہ کی وساطت سے مخدوم محمد صادق ٹھٹوی تک پہنچا تبھی یہ خطوط مخدوم عبد اللہ کے پاس محفوظ تھے اور اپنی کتاب مرتب کرتے وقت انہیں شامل فرمایا۔

علامہ مخدوم محمد صادق ٹھٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ناسمجھ مولویوں کا مکمل اعتماد قیاس آرائی پر ہے، انکے پاس کتاب وسنت اور کُتُبِ فقہ سے کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ کُتُب فقہ میں اسکے برخلاف دلیل وصراحت موجود ہے اور یہ مولوی شہر کے امیروں اور مالداروں کی حمایت حاصل کرتے ہوئے مسجد میں جمعہ قائم کرنے سے روکے ہوئے ہیں، اور قال اللہ و قال الرسول سے کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے[24]۔

مخدوم محمد صادق ٹھٹوی کو میانجی حاجی بیگ کی زبانی اس قضیہ کی تفصیل پہنچی اور مخدوم محمد صادق نے نلیا شہر کے رئیس سے ملاقات فرمائی بایں طور کی انہیں بلایا اور معاملہ کی مکمل تفتیش فرمائی اور صحیح حالات کا جائزہ لیا۔

---

24 مخدوم، مندرہ، عبد اللہ، جامع الکلام فی منافع الانام، تحقیق و تنقیح: ڈاکٹر نبی بخش خان

چنانچہ خود ایک خط میں رئیس کی زبانی سارا ماجرا لکھتے ہیں کہ رئیس مولویوں کی حمایت سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم نے پیرزادہ صاحب کی رضا مندی حاصل کرنے کے لیے نماز جمعہ قائم کرنے سے منع کیا ہوا ہے۔ پھر خود مخدوم صاحب ہی لکھتے ہیں کہ ایک رئیس شہر کے لیے ایک بار نماز جمعہ موقوف کرانا مشکل ہے چہ جائیکہ اتنے سالوں تک کسی مسجد میں جمعہ قائم کرنے سے روکے رکھے اور خود رئیس کہتا ہے کہ ہم اپنے آپ کو مولویوں کے کہنے پر نماز جمعہ سے روک کر بدنام نہیں کر سکتے۔ مگر جبکہ پیرزادہ صاحب نماز جمعہ کے قیام سے منع فرما رہے ہیں اور صراحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ امام اور خطیب کے بغیر جمعہ بالکل درست نہیں ہے بلکہ واجب المنع ہے اس صورت میں لاچار انکی رضا مندی کو مقدم و اَولی رکھتا ہے۔

ہاں اگر ہمارے پیرزادہ گرامی وقار جمعہ کی نماز کے قیام کا فتویٰ دے دیں اور مولویوں کے بجائے خود اسکے جواز کے قائل ہو جائیں تو میرا منع کرنا جو اپنے ہی پیر پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔

مخدوم محمد صادق نے خط میں پیرزادہ محمد شفیع اور ان کے ہم نوا مولویوں کو سخت الفاظ میں قرآن و سنت کی مخالفت سے روکا اور اقامت جمعہ اور فریقین کے درمیان اصلاح پر توجہ دینے کی بات کہی ہے[25]۔

---

25 نفس المرجع ص 116

دوسرے خط میں میاں عبد اللہ نے جو عنوان لگایا ہے وہ اس طرح ہے کہ یہ خط بھی مذکور پیرزادہ صاحب کے نام مخدوم محمد صادق کی جانب سے کہ لاعلمی، ناسمجھی اور دشمنی کی بنیاد پر صادر کردہ حکم کو قبول نہیں کیا تھا[26]۔

ان خطوط میں نلیا کی کس مسجد کا ذکر ہے اسکی صراحت موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی پیرزادہ محمد شفیع کون تھے اور نہ ہی اس وقت نلیا شہر کے رئیس کے بارے میں کوئی قابل اعتماد معلومات میسر ہوئی ہے۔ یہ تاریخی بحث ہے جس کے بارے میں پختہ وثائق ودلائل کے بغیر کچھ کہنا دشوار ہے۔

نلیا سے ستھری کی جانب ہجرت: آپ نے اپنے مسکن و مولد، آبائی وطن "نلیا" میں دینی خدمات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور گویا کہ قرآنی آیت کریمہ "فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ[27]" (ترجمہ: تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ بچیں) کے مطابق کچھ سے نکل کر اعلی تعلیم حاصل فرمائی اور واپس اپنے وطن لوٹ کر لوگوں کو دین حنیف کی دعوت دی اور اپنی قوم کو آخرت کا خوف دلایا۔ وہیں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اپنی پرانی غیر شرعی روش کو بدلنا پسند نہیں کرتے تھے اور معاشرہ میں تبدیلی اور بہتری کو اپنے لیے مالی نقصان کا سبب سمجھتے تھے ایسے لیڈروں نے قوم کے مصلح اور دین کے سچے داعی کو اپنا دشمن قرار دے اور انہیں ایذا و تکلیف دینے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اور خدا کے دین کا یہ سچا داعی و مبلغ

---

26 نفس المرجع ص 117

اپنے عزم مصمم پر قائم رہا اور ہر تکلیف کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتا رہا وہیں دشمنوں کے ارادے بھی قوی سے قوی تر ہوتے گئے اور آخر کار دینی و تبلیغی مشن کو کامیاب بنانے کے خاطر میاں عبد اللہ نے اپنے آبائی وطن چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تاکہ دینی کام میں رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

چنانچہ اپنے ایک خط میں مخدوم محمد باقر ٹھٹوی کو شہر ٹھٹہ میں خالی مکان کے بارے میں دریافت فرمایا جس کے جواب میں مخدوم باقر نے لکھا کہ آپ نے یہاں (ٹھٹہ) آنے اور خالی مکان کے بارے میں سوال فرمایا ہے ہماری یہاں زندگی کس طرح گذر رہی ہے آپ بخوبی جانتے ہیں لیکن رزق اللہ کی ذات پر ہے اور اہل تقویٰ کے لیے تو وعدہ کریمہ ہے "وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ"[28] ترجمہ : "اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتیں کھول دیتے"۔ رہی خالی جگہ تو ابھی موجود نہیں ہے لیکن اگر آپ تشریف لائیں گے تو ان شاء اللہ ہر جگہ آپ کی ہوگی۔

صدر ہر جا کہ نشیند ہمہ جا محترم است[29]۔

واضح رہے کہ یہ خط مخدوم محمد ہاشم رحمہ اللہ کی زندگی میں لکھا گیا تھا اور یہاں کچھ میں میاں عبد اللہ کو تکلیفوں اور پریشانیوں کا سامنا بھی مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کی زندگی میں ہی پیش آیا تھا۔ اسی وجہ سے مخدوم محمد ہاشم رحمہ اللہ نے کچھ کے راجا کو مخدوم عبد اللہ کی رعایت کے خاطر خط بھی

---

28 القرآن: سورہ اعراف: 96

لکھا تھا اور سندھ کا حاکم میاں غلام شاہ کلوڑو جو مخدوم صاحب کا معتقد و مرید تھا اس نے بھی کچھ (ملک) کے راجا کو خط میں لکھا کہ "مخدوم عبد اللہ ایک بہت بڑے عالم ہیں حضرت ہر اعتبار سے معزز ہوں" [30]

پھر آپ اپنے وطن ہی میں دعوتِ دین کو اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے موجودہ سندھ کی جانب ہجرت نہ کی اور ابڑاسا کے ستھری گاؤں کا رخ فرمایا۔

جناب محمد صدیق میمن نے کتاب "قمر المنیر" کی وجہ تصنیف کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "مخدوم صاحب جب اعزہ و اقربا کی دشمنی اور تکلیف سے پریشان ہوئے اور انکے دل پر رنج و غم طاری ہوا تو آپ نے اس کتاب کو تالیف فرمایا"۔ [31]

اور مخدوم صاحب کی مناجات محبوب سبحانی جس میں آپ نے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں اپنے حالات کو بیان کرتے ہوئے روحانی مدد طلب کی ہے ان اشعار سے بھی آپ کے دلی رنج و غم کا اظہار ہوتا ہے۔

دینی و سماجی خدمات : مخدوم عبد اللہ جہاں ایک عظیم عالم اور با عمل صوفی تھے وہیں ایک مدبّر، دانا، سمجھدار سماجی فرد بھی تھے۔ آپ نے مسلم قوم کے لیے اپنی زندگی وقف کردی، درس و تدریس کے ذریعے علوم و معارف کو فروغ دیا، دعوت و تبلیغ کے ذریعے عوام میں منتشر خرافات و بدعات کو دُور کیا اور ایک صاف و شفاف معاشرہ بنانے کی کوشش کی، اس

---

30 نفس المرجع ص 18

31 میمن، خان بھادر، محمد صدیق، سندھ جی ادبی تاریخ، حصہ اول ص 6 انسٹیوٹ آف سندھیالاجی یونیورسٹی

وقت اعراس و میلوں میں رائج خرافات کے خلاف آواز بلند کی ۔ آپ نے سندھی زبان میں کتابیں لکھیں تاکہ معاشرہ کا عام آدمی پڑھ کر علوم و معارف سے بہرہ ور ہو سکے اور دینی تعلیم عروج پائے ۔ تشنگانِ علوم و فنون کے لیے درسگاہ قائم فرمائی جس سے طلبہ کو سندھ کے سفر کی صعوبات و مشاکل نہ اُٹھانی پڑیں ۔ آپ حد درجہ محتاط بھی تھے اور حکمت و دانائی سے کام لیتے تھے ورنہ جس شخص نے عظیم ادارہ قائم کیا اور جس کے علم و فضل کے کچھ و سندھ ، کاٹھیاواڑ کے علماء معترف ہوں ، کیا ممکن ہے کہ اس شخص کے پیروکار و مریدین اپنے علاقے میں نہ ہوں ؟ وجدان و قیاس یہ کہتا ہے کہ آپ کے مریدین کا حلقہ بہت وسیع تھا اور کچھ کے ہر علاقہ میں آپ کے چاہنے والے موجود تھے اس کے باوجود آپ نے دشمنوں اور ایذا دینے والوں کے ساتھ جنگ و جدال نہ فرمائی بلکہ خاموش اپنے گھر و وطن کو چھوڑ کر ایک اجنبی جگہ تشریف لے جانا پسند فرمایا ۔ یہ آپ کی حکمت عملی تھی وہیں ایک سمجھدار و عاقل فرد کا سماجی فریضہ بھی ہے کہ آپ خود تکلیف و پریشانی سے دو چار ہو لیکن سماج میں تفرقہ بازی اور انتشار پیدا نہ ہونے دے۔

آپ کی تصانیف عوام الناس کے لیے زیادہ مفید اور دین سے قریب کرنے والی تھیں ۔ آج بھی کچھ و سندھ میں سندھی جاننے والے افراد آپ کی کتابوں سے دینی معلومات حاصل کرتے رہتے ہیں۔

ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ آپ کی سماجی خدمات کے تعلق سے لکھتے ہیں: "معاشرے کی اصلاح کے لیے کتابیں لکھیں چنانچہ کتاب "نصیحت نامہ" اور کتاب "تنبیہ الغافلین" منظوم کی[32] ۔

---

32 مخدوم، مندرہ، عبد اللہ، جامع الکلام فی منافع الانام، تحقیق و تنقیح : ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ

اولاد

آپ کے دو صاحبزادوں کا تذکرہ خطوط و مراسلات میں ملتا ہے جن کے سلام آپ سندھ کے علماء کو بھیجا کرتے تھے اور وہاں سے بھی انکے نام دعاؤں اور سلاموں کے تحفے آیا کرتے تھے ۔ جن کے نام مخدوم عبد الرحمان اور مخدوم عبد اللطیف ہیں[33] دونوں صاحبزادے بھی عالم دین اور اپنے والد مکرم کے علمی وارث و امین تھے مخدوم عبد الرحمان نے ''منتخب الفوائد'' نامی کتاب بھی تصنیف فرمائی ہے ۔اور راقم کے پاس ایک کتاب بنام ''ما ینبغی للحمائل من معدود المسائل '' سندھی مخدوم عبد الرحمان کی تصنیف موجود ہے۔

آپ کی اولاد کچھ میں ستھری میں مقیم ہے اور بعض اولاد پاکستان کے شہر کراچی میں بھی موجود ہیں۔

پاکستان میں موجود آپ کی اولاد کے تعلق سے خانائی صاحب نے لکھا ہے کہ ''آپ کی اولاد میں کچھ تو ستھری میں ہی مقیم ہیں اور بقیہ کراچی میں قدیم محلے موسی لین میں مقیم ہیں جن میں میاں عبد الخالق اور میاں عبد الشکور یہ دو ہیں[34] ۔

اقوال علما و مفکرین

مخدوم عبد اللہ اپنے زمانہ کے علماء و مفکرین میں کافی مقبول و محترم تھے اور آپ کے علم و فضل کے سبھی معترف تھے اور مخدوم عبد اللہ کو ہند و

---

33 نفس المرجع ص8

سندھ کے علماء کے خطوط موصول ہوا کرتے تھے جن میں بڑی عزت و احترام کے ساتھ خطاب ہوتا تھا ۔ ہم مندرجہ ذیل سطور میں چند نمونے پیش کرتے ہیں تاکہ مخدوم عبد اللہ کی شان و رُتبہ کو جاننے میں معاون و مددگار ہو ۔

(1) مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹوی رحمہ اللہ نے اپنے ایک خط میں میاں عبد اللہ کو یوں لکھا ہے :

" نور چشم راحت جاں میاں عبد اللہ "[35]

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں : " فضائل و فواضل پناہ ، کمالات و جلائل دستگاہ ، محبی بلا اشتباہ میاں عبد اللہ سلمہ اللہ تعالی "[36]

ایک اور خط میں مندجہ بالا اوصاف کے ساتھ " حقائق و معارف آگاہ "[37] وصف کی زیادتی کی ہے

(2) حضرت مخدوم ضیاء الدین ٹھٹوی رحمہ اللہ نے آپ کو ان الفاظ کے ساتھ خطاب فرمایا : " بجانب فضائل مآب ، فواضل و افاضل اکتساب ، مظہر عرفان ، مصدر کمالات و ایقان ، فیض بخش مقبساں ، منشائے لطف و احسان ، زبدۃ القضاء الکرام ، نخبۃ العلماء العظام میاں عبد اللہ صاحب جیو سلمہ اللہ تعالی "[38]

---

35 مخدوم ، مندرہ ، عبد اللہ ، جامع الکلام فی منافع الانام ، تحقیق و تنقیح : ڈاکٹر نبی نخش خان بلوچ ، مقدمہ ، ص 3 ، سندھی ادبی بورڈ

36 نفس المرجع ص 79

37 نفس المرجع ص 78

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں : "فضائل و فواضل پناہ ، محبّ الفقراء و العلماء ، فرحت افزائے دل دوستاں میاں عبد اللہ صاحب جیو سلّمہ ربّہ"[39]

(3) جامع معقولات و منقولات مخدوم محمد صادق ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ : استاذ و شاگرد کے درمیان خطوط کا سلسلہ کافی طویل رہا یہاں تک کہ مخدوم محمد صادق جب کچھ آئے اور بندر لکھپت کے پاس آپ کو سخت بیماری لاحق ہوئی اس وقت آپ نے میاں عبد اللہ کو زوردار خط لکھا کہ خط ملتے ہی آپ ملاقات کے لیے آجائیں مبادا زندگی ساتھ نہ دے اور اتفاق سے قاصد جب خط لیکر سٹھری پہنچا اس وقت آپ بھوج احباب کے پاس گئے ہوئے تھے چنانچہ قاصد بھوج پہنچ گیا لیکن جب تک مخدوم عبد اللہ "بندر لکھپت پہنچے" تب تک استاذ محترم دار فانی کو الوداع کہہ چکے تھے۔[40]

جس وقت مخدوم محمد صادق صاحب "کاٹھیاواڑ" کے سفر کے لیے روانہ ہو رہے تھے اور کچھ پہنچے تو میاں عبد اللہ سے ملاقات کے لیے سٹھری جانے کا ارادہ فرمایا لیکن کسی نے اطلاع دی کہ میاں عبد اللہ ان دنوں باہر کہیں سفر پر گئے ہوئے ہیں تو پھر ارادہ منقطع کر دیا۔ پھر اطلاع ملی کہ میاں عبد اللہ اپنے دَورے سے لوٹ آئے ہیں اور "سٹھری" میں موجود ہیں لہٰذا مخدوم محمد صادق کوٹھارا تک آئے وہاں میانجی یونس صاحب سے معلوم ہوا کہ میاں عبد اللہ ابھی تک واپس نہیں آئے لہٰذا جو کتابیں سفر میں وزن تھیں وہ

---

39 نفس المرجع ص82
40 نفس المرجع ص122

انکے حوالے کرتے ہوئے میاں عبد اللہ کے نام خط لکھا [41]۔ اس سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ میاں عبد اللہ کا مرتبہ ان علماء و شیوخ کی نظر میں کتنا بلند و عظیم تھا۔

ایک خط میں میاں عبد اللہ کو یوں خطاب کیا: "حضرت ذات گرامی صفات، فضائل پناہ، فواضل و جلائل دستگاہ، جامع کمالات صوری و معنوی، حاوی محاسن ظاہری و باطنی میاں عبد اللہ جیو" [42]

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں: "ذات منبع الحسنات، مجمع البرکات، مستجمع الخیرات، مصدر الفیوضات، مظہر الکمالات، نخبۃ العلماء العاملین و اسوۃ الفقہاء الصالحین صاحبی ام مشفقی ام عطوفی میاں عبد اللہ جیو سلمہ اللہ تعالی و ابقاہ و اعانہ و تولاہ و من نوائب الدھر صانہ و حماہ" [43]

مخدوم محمد صادق نے ایک خط جو کہ سید عبد اللہ بن سید علی کو لکھا تھا۔ اس میں ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا کہ "معدن الفضائل البھیۃ و منبع الفواضل الصوریۃ و المعنویۃ، زبدۃ المتورعین، اسوۃ العلماء العاملین مولانا الشیخ عبد اللہ السندی الحنفی سلمہ اللہ تعالی و ابقاہ و اعانہ و تولاہ۔ ھو رجل لا یوجد مثلہ فی بلادکم فی کونہ مجمعا للعلم و التقی" [44]۔

اس خط میں لکھا کہ آپ کے علاقہ میں میاں عبد اللہ جیسا مرد کامل نہیں ہے آپ کے علم و تقوی پر اجماع قائم ہو چکا ہے۔

---

41 نفس المرجع ص 111
42 نفس المرجع ص 103
43 نفس المرجع ص 104

(4) مرشد طریقہ نقشبندیہ مولانا العارف باللہ حضرت مخدوم محمد زمان لواری قدس اللہ سرہ و نور مرقدہ نے آپ کو خط میں ان القابات و خطابات سے نوازا: " صلاحیت نشان ، فقاہیت عنوان ، فضائل پناہ ، جلائل دستگاہ میاں عبد اللہ "[45]

(5) مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند مخدوم عبد الرحمان نے اپنے خط کے سرنامہ میں انکا نام بڑے ادب و احترام سے ذکر کیا ہے : " جناب الاخ فی اللہ الذی بحر فاخر در ذاخر ، مقتدی العلماء، مھتدی الفقراء، مرجع الانام ، ماوی الخاص و العام سیدنا و مولانا و صنونا الشیخ عبد اللہ بن المرحوم محمد "[46]

(6) مخدوم محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند مخدوم عبد اللطیف نے میاں عبد اللہ کی جلالت علم و عمل کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہے : " فضائل و فواضل پناہ ، کمالات و جلائل دستگاہ ، مجموعہ مکارم و محاسن اخلاق میاں عبد اللہ صاحب جیو سلّمہ اللہ تعالیٰ "[47]

ایک دوسرے خط میں جو کہ سید عبد اللہ بن علی کو لکھا اس میں حضرت میاں عبد اللہ کا تعارف ان الفاظ میں فرمایا

" مجمع الفضائل و الکمالات، معدن المراقی و المقامات، الأخ فی اللہ الصدیق للہ الشیخ عبد اللہ سلّمہ اللہ و أبقاہ من کمل

---

45 نفس المرجع ص 151

46 نفس المرجع ص 37

47 نفس المرجع ص 139

أصدقاء هذا الداعی و أفضل أحباء هذا المحب الصافی و هو صوفی ذو التقوی و له ید طولیٰ فی الخیر و التقیٰ'' [48]

اس خط میں مخدوم عبد اللطیف بن محمد ہاشم رحمھما اللہ نے میاں عبد اللہ کو اپنا عزیز دوست ، محب صادق اور صوفی باصفا اور متقی و پرہیزگار کہہ کر متعارف کروایا۔

(7) مخدوم ابراہیم بن عبد اللطیف بن محمد ہاشم (مرقد: سلایا مانڈی، کچھ) نے میاں عبد اللہ کو کافی عزت واحترام سے خطاب فرمایا ہے نیز جب مانڈوی بندر پر آخری وقت میں تھے اس وقت بھی میاں عبد اللہ کے صاحبزادے مخدوم عبد الرحمٰن آپ کے ساتھ تھے جیسا کہ عبد الرسول قادری صاحب نے رقم فرمایا ہے [49]۔

آپ نے ایک خط میں میاں عبد اللہ کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا

'' الفاضل الکریم و الحبر الجسیم ، ذی المناقب المرضیة ، جامع الکمالات و الفضائل ، مستجمع الحسنات و الجمائل ، حاوی المزایا و الفواضل ، المجبول علی حمیدة الشمائل ، الصدیق فی اللہ و الأخ للہ الشیخ عبد اللہ عافاه اللہ و أبقاه'' [50]

---

48 نفس المرجع ص 41

49 قادری ، ڈاکٹر ، عبدالرسول ، مخدوم محمد ھاشم ٹھٹھوی : سوانح حیات ، علمی خدمتوں باب 13 ص 10

50 مخدوم ، مندرہ ، عبد اللہ ، جامع الکلام فی منافع الانام ، تحقیق و تنقیح : ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ ، ص 43، سندھی ادبی بورڈ

(8) ڈاکٹر غلام نبی بخش خان بلوچ نے میاں عبد اللہ کی کتاب " جامع الکلام فی منافع الانام " پر مقدمہ رقم فرمایا ہے اور کتاب کو زیور طبع سے آراستہ فرما کر ایک عظیم تاریخی کام انجام دیا۔

میاں عبد اللہ کے متعلق لکھتے ہیں : " ۱۲ صدی ہجری میں ٹھٹہ کی درسگاہوں میں کچھ (ملک) سے ایک ذہین طالب علم عبد اللہ بن محمد نامی فارغ ہوئے۔ وہ بعد میں اپنے وقت کے بڑے عالم ثابت ہوئے[51]۔

تصنیفات و تالیفات : مخدوم عبد اللہ مندرہ کثیر التصانیف مؤلّف تھے آپ نے مختلف اسلامی علوم و فنون میں عربی فارسی، سندھی زبانوں میں کتابیں تصنیف فرمائیں جبکہ آپ کی اکثر کتابیں سندھی زبان میں ہیں۔ اکثر وبیشتر دستیاب کتابیں اسی زبان میں ہیں۔ عربی و فارسی میں آپ کی تصانیف کمیاب ہیں۔ ہم نے بسیار تلاش کے بعد اس رسالے کو پایا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اور امکان کبیر ہے کہ آپ کی دیگر تصانیف بھی عربی و فارسی زبان میں ہوں لیکن زمانہ کے تقلبات کے سبب ہم تک نہ پہنچی ہوں یا ہم ابھی تک ان کتابوں کے ذخیرے تک نہ پہنچ سکے ہوں۔ کیونکہ بارہویں صدی ہجری میں سندھ کی علمی زبان فارسی و عربی تھی جیسا کہ آپ کے معاصرین کی سوانح و تالیفات سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا میاں عبد اللہ جیسا جید عالم و فقیہ تصنیفات و تالیفات کا ایک ذخیرہ چھوڑ جائے اور اپنے زمانے کی علمی زبان میں ایک بھی کتاب نہ ہو ایسا بعید معلوم ہوتا ہے۔

---

51 نفس المرجع، مقدمہ ص 2

رچارڈ بارٹن نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ کی جملہ تصانیف سندھی میں ہیں۔ عربی و فارسی میں کوئی کتاب نہیں لکھی[52]۔

بارٹن جیسے سیاح سے میاں عبد اللہ کی وفات کے فقط تیرہ سال بعد ہی آپ کی عربی و فارسی تصانیف مستور رہیں تو آج دو سو سال گذر جانے کے بعد ان کتابوں کا نادر و نایاب ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن بارٹن کا بالکلیہ عربی و فارسی مصنفّات کا انکار کرنا اسکی تحقیق و معلومات کے اعتبار سے درست ہو سکتا ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے ہمیں کسی بھی صورت میں درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ آپ کی دو عربی و فارسی کتابیں اس رسالے سے قبل ظہور پذیر ہو چکی ہیں۔ اور سندھ پاکستان سے معلوم ہو چکی ہیں۔

(1) جامع الکلام فی منافع الانام : جو ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ کے مقدمہ کے ساتھ سندھی ادبی بورڈ سے شائع ہو چکی ہے

(2) مواھب العلام فی فضائل سید الانام : جس پر پنجاب یونیورسٹی پاکستان سے پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ہو چکی ہے جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں لکھا ہے۔ اور اس کتاب پر جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) نے نئے سرے سے تحقیق و تخریج کا کام کروایا ہے جو عنقریب شائع ہو گا۔

آپ کی تصانیف کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں اور تفصیل کے ساتھ آپ کی کتابوں کا حاصل مطالعہ یا تبصرہ کبھی کسی موقعہ پر جمع کرنے کی کوشش کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(1) کنز العبرت : سندھی ، مطبوعہ ، دو حصے میں ہے بمبئی اور کراچی سے شائع ہو چکی ہیں۔ یہ مخدوم عبد اللہ کی پہلی تصنیف ہے جس سے آپ سن 1175ھ میں فارغ ہوئے۔

(2) خزانۃ الابرار : سندھی ، غیر مطبوعہ ، یہ کتاب نماز و زکوۃ کے مسائل کے متعلق فقہ حنفی کے مطابق لکھی گئی ہے اور اس کے دو مخطوطات کی جانب خانائی صاحب نے نشاندہی فرمائی ہے[53]۔ اس کتاب کی تصنیف سے سن 1179ھ میں فراغت پائی۔

(3) نور الابصار : سندھی ، مطبوعہ ، یہ کتاب بھی فقہ حنفی میں ہی اور سابق الذکر کتاب کی شرح و توضیح میں لکھی گئی ہے۔اور دو بار شائع ہو چکی ہے

(4) بدر المنیر : سندھی ، مطبوع ، اس کتاب میں مصنف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و شمائل بیان فرمائے ہیں اور اسکے بعد احوال قیامت بیان فرمائے ہیں اور اخیر میں امام اعظم ابو حنیفہ کے مناقب و حالات رقم فرمائے ہیں۔ اس کتاب کا مطبوعہ و مخطوطہ نسخہ راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔

(5) قمر المنیر : سندھی ، مطبوع ، یہ کتاب آپ نے اس وقت تصنیف فرمائی جب آپ کے قریبی رشتہ داروں نے آپ کو ستایا اور ایذا پہونچائی اور آپ رنجیدہ و غمگین ہو گئے۔ یہ کتاب سن 1291ھ میں شائع ہوئی تھی۔

---

53 نفس الجمعہ ص 10

(6) مکے جی فتح: سندھی، مطبوع، یہ رسالہ حضور ﷺ کی سیرت کے ایک خوبصورت موڑ و موقعہ "فتح مکہ" کے متعلق سندھی زبان میں تالیف فرمایا ہے جسے علامہ محمد صدیق میمن صاحب نے بعد میں تسہیل کے ساتھ شائع فرمایا ہے[54]۔

(7) سگ ناموں: سندھی، مطبوع، یہ ایک مختصر جامع و مانع رسالہ ہے۔ مطبع کریمی بمبئی سے سن 1336ھ میں شائع ہوا تھا۔ آپ نے اس کتاب میں متفرق مسائل فقہیہ کے متعلق تحقیق فرمائی ہے۔ اس رسالہ میں محرمات شرعیہ کہ جن سے مرد نکاح نہیں کر سکتا کے متعلق بہت ہی عمدہ تحقیق فرمائی ہے محرمات شرعیہ کے تعداد ۸۱ تک پہنچائی ہے[55]۔

(8) تفسیر احسن القصص: سندھی، مخطوط، اس کتاب میں سورہ یوسف کی تفسیر آسان و عام فہم الفاظ میں کی گئی ہے۔ خانائی صاحب نے اسکے مخطوطہ کی جانب نشاندہی فرمائی ہے جو تقریبا ۹۰ صفحات پر مشتمل ہے[56]۔

(9) صفت بہشت: سندھی، مخطوط، اس کتاب میں جنت کے اوصاف و احوال کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کتاب کا ذکر خانائی صاحب سے قبل کسی تذکرہ نگار نے نہیں کیا[57]۔

(10) خزانہ اعظم: سندھی، مخطوط، یہ کتاب تصوّف میں ہے اور مصنف کی دریافت شدہ کتابوں میں سب سے زیادہ ضخیم و کبیر ہے۔ خانائی

---

54 مہران، سیرت نمبر 4/3 سنہ 1980ء، ص 248۔

55 خانائی، قریشی، حامد علی، مقالات خانائی، ص 10

56 نفس المرجع

صاحب نے اس کتاب کے مخطوطہ کے متعلق نشاندہی فرمائی ہے[58] اور جلد اول کا مخطوط کچھ کے ذاتی کتبخانوں سے ملا ہے جو راقم السطور کے پاس موجود ہے اور یہ جلد جناب عبد المجید میمن کی تحقیق کے ساتھ زیور طبع سے آراستہ بھی ہو چکی ہے۔

(11) جامع الکلام فی منافع الانام : عربی و فارسی، مطبوع، یہ کتاب میاں عبد اللہ نے 20 ابواب میں مرتب فرمائی ہے جو فن خطوط نویسی و مراسلہ نگاری میں ہے اور اس کے پہلے دو ابواب میں علما و فضلا کے مکاتیب و مراسلات کو جمع فرمایا ہے اور ان دو ابواب کو نبی بخش خان منظر عام پر لا چکے ہیں۔

(12) مصباح الظلام فی ائمۃ سید الانام : سندھی، تاریخ کے باب میں ہے۔

(13) تذکرۃ الطالبین : سندھی، مطبوع، تصوّف میں ہے امام غزالی کی کتاب "ایُّھا الولد" کے مشابہ ہے (اس کتاب کا ذکر ہم سے قبل کسی تذکرہ نگار نے نہیں کیا اور اس کا مخطوط نسخہ بھی راقم کے پاس موجود ہے اور نصف کے قریب اردو ترجمہ کے مرحلہ سے گذر چکی ہے قارئین سے تکمیل کی توفیق کے لیے دعا کی گذارش ہے)

(14) قصص الانبیاء : سندھی، حضرات انبیا کرام علیھم الصلوۃ و السلام کے ذکر میں ہے۔

---

58 نفس المرجع

(15) مواہب العلام فی فضائل سید الانام : عربی ، اس کتاب کا ہم نے گذشتہ صفحات میں ذکر کیا ہے کہ یہ کتاب سیرت نبویہ میں میاں عبد اللہ کی تالیف ہے۔

(16) تنویر العینین فی تحقیق الخطبتین : عربی و فارسی ، جس کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔(اس کتاب کا بھی ہم سے قبل کسی تذکرہ نگار نے ذکر نہیں کیا) ۔

وفات

آخر کار اس عظیم مصنّف کو بھی داعی اجل کو لبیک کہنا پڑا اور اپنے پیچھے علمی و دینی کُتُب کا ذخیرہ ثواب جاریہ کے طور پر چھوڑ گئے ۔ آپ کی تاریخ وفات کا بھی وہی حال ہے جو آپ کی دیگر سوانح کا ہے ۔

ہاں رچارڈ بارٹن نے اشارہ کیا ہے جس سے تذکرہ نگاروں نے سن وفات کا استخراج فرمایا کر سن وفات 1236ھ مطابق 1821ء متعین فرمائی ہے [59] ۔ آپ کی وفات اپنے آخری مسکن "ستھری" تحصیل ابڑاسا ضلع کچھ میں ہوئی اور آپ کو وہیں کے قبرستان میں دفن کیا گیا ہے ۔اہل خانہ عرس و گنبد کی تعمیر کی مخالفت کرتے ہیں جسکی وجہ سے آپ کا مزار عوام الناس میں زیادہ مشہور نہ ہو سکا ۔

---

59 قادری ، ڈاکٹر ، غلام رسول ، مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی : سوانح حیات ، علمی خدمتوں باب 4 ص 4

نوٹ: سندھی کتابوں کے حوالے سندھی ادبی بورڈ کی آفیشیل ویب سائٹ پر موجود آن لائن کتابوں کے ہیں جس کی وجہ سے مطبوعہ کتابوں کے صفحات درج نہیں کیے گئے ہیں بلکہ ویب سائٹ پر درج صفحات کو ہی درج کر دیا گیا ہے۔

ترجمہ کتاب

تنویر العینین فی تحقیق الخطبتین

تصنیف : مخدوم میاں عبد اللہ بن محمد مندرہ نلیا والے

رحمۃ اللہ علیہ

سن وفات : ۱۲۳۶ھ مطابق ۱۸۲۱ء

تمام تعریفیں اس رب ذو الجلال کے لیے جو اس وقت تھا جب نہ مکاں تھا نہ مکیں ، وہ ذات اب بھی ویسے ہی ہے جیسے مکاں سے پہلے تھی ، اسی ذات باری صفات نے مکان کو وجود بخشا، اسکی ذات میں کوئی تغیر و تبدّل نہ ہوا۔

اور درود و سلام نبی آخر الزماں ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب اور آپ کے پیروکار و متبعین اہلِ یقیں پر ہوں۔

امّا بعد :

بندۂ ضعیف و مسکین عبد اللہ بن محمد کہتا ہے (اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کی بخشش اور انکے عیوب پر پردہ پوشی فرمائے بے شک وہی بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے) کہ یہ مختصر رسالہ روز جمعہ کے خطبہ کے مسائل اور خطبہ کو صحیح- کتاب و سنت کے مطابق- پڑھنے کے طریقہ کے بیان میں ہے۔ اور اس مختصر رسالہ کا نام "تنویر العینین فی تحقیق الخطبتین" تجویز کرتا ہوں ۔ اللہ ہی توفیق دینے والا و مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ و اعتماد اور اسی سے مدد کا طلبگار ہوں۔

فصل :

• خطبہ کی لغوی معنی

• خطبہ کی اصطلاحی معنی

فصل : خطبہ کی معنی کا بیان

جان لو کہ علامہ عبد الحق محدّث دہلوی[60] علیہ الرحمۃ و الرضوان نے "اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ"[61] میں تحریر فرمایا ہے کہ

---

60 آپ کا نام خاتمۃ المحققین محدّث و فقیہ عبد الحق بن سیف الدین بن سیف اللہ بخاری دہلوی ہے۔ محدث دہلوی سے مشہور ہیں ، حنفی مذہب کے تابع تھے اور مذہب حنفی کی تائید میں کتابیں بھی لکھیں (فتح الرحمٰن فی اِثباتِ مذہبِ النّعمان) آپ کی مذہب حنفی کی تائید میں کتاب ہے۔ آپ کی ولادت سنہ ۹۵۸ھ مطابق ۱۵۵۱ عیسوی میں دہلی میں ہوئی ، کافی کتابیں تصنیف فرمائی جن میں " اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ" ، " شرح سفر السعادۃ"، "اخبار الاخیار "، "مدارج النبوۃ" وغیرہ مشہور ہیں۔ ۹۴ سال کی عمر پا کر سنہ ۱۰۵۲ھ دہلی میں وفات پائی۔ آپ کی مزار آج بھی مرجع خلائق ہے۔ مکمل سوانح حیات کے لیے دیکھیں : حیات و علمی خدمات شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ڈاکٹر علیم اشرف خان۔

61 اس شرح کا نام اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ المصابیح ہے، مطبوع ہے اور اردو میں مترجم بھی ہے ، شیخ عبد الحق محدّث دہلوی علیہ الرحمہ نے حرمین شریفین سے واپسی کے بعد علم حدیث میں خدمت کے طور پر اس وقت علم حدیث کی مشہور کتاب مشکوۃ المصابیح کی شرح لکھی چنانچہ فارسی کے علاوہ آپ نے عربی میں بھی اس کتاب کی شرح لکھی ہے جس کا نام " لمعات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح" ہے۔

فصل

خطبہ کے فرائض، سنتیں اور اسے پڑھنے کے طریقہ کا بیان جو جائز و نا جائز کا سبب ہے

علامہ زین الدین ابن نجیم[64] نے تحریر فرمایا ہے کہ۔

خطبہ فرض و سنت پر مشتمل ہے۔ خطبہ میں دو باتیں فرض ہیں (۱) وقت اور (۲) اللہ کا ذکر کرنا۔

اور پندرہ باتیں سنت ہیں:

پہلی : طہارت (جنبی اور بے وضو کا خطبہ پڑھنا مکروہ ہے)۔ امام ابو یوسف[65] رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جنبی اور بے وضو کا خطبہ پڑھنا ناجائز ہے

---

64 ابن نجیم، آپ کا نام زین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد ہے سنہ ۹۲۶ھ میں ولادت ہوئی، عالم فقیہ اور کثیر التصانیف ہیں آپ کی وفات سنہ ۹۷۰ھ مین ہوئی، آپ کی مصنّفات میں "البحر الرائق شرح کنز الدقائق"، "شرح المنار"، "الاشباہ والنظائر" کے علاوہ چھوٹے بڑے چالیس سے زائدے رسائل ہیں۔ مزید تفاصیل کے لیے دیکھیں: الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیہ ج۱ص: ۲۸۹، معجم المولفین ج ۴ ص: ۱۹۲، کشف الظنون ج ۲ ص: ۱۵۱۶۔

65 ابو یوسف: یعقوب بن ابراہیم بن حبیب بن سعد، قاضی، امام، حافظ، مجتہد، آپ کے سن ولادت کے متعلق دو قول ہیں اور دونوں میں کافی تفاوت ہے اول قول سنہ ۹۳ھ اور دوم ۱۱۳ھ کا ہے، علامہ زاہد کوثری صاحب نے قول اول کو راجح قرار دیا ہے اور آپ کی وفات سنہ ۱۸۲ھ میں ہوئی، آپ کی کافی تصنیفات ہیں جن کا ذکر سابقین کی کتب میں ملتا ہے لیکن اکثر کتب اب ناپید ہیں "کتاب الخراج"، "کتاب الآثار"، "اختلاف ابن ابی لیلیٰ و ابی حنیفۃ"، "کتاب الرد علی سیر الاوزاعی" مشہور ہیں۔ مزید تفاصیل کے لیے ملاحظہ ہو: حسن التقاضی

دوسری: قیام۔

تیسری: قوم کی جانب متوجہ ہونا۔

چوتھی: جسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے الجوامع[66] میں بیان فرمایا ہے کہ خطبہ سے پہلے دل میں اعوذ باللہ پڑھے۔

پانچویں: خطبہ لوگوں کی جماعت سنے اور اگر نہ سنیں تو کافی ہے۔

چھٹی: جسے امام حسن[67] رضی اللہ عنہ نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ خطیب مختصر خطبہ پڑھے۔

اور مختصر خطبہ دس باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اول: اللہ تعالیٰ کی حمد سے شروع کرنا۔

دوم: اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ثناء بیان کرنا

سوم: دونوں شہادتیں (یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰه) کہنا۔

چہارم: نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا۔

پنجم: وعظ و نصیحت کرنا

---

66 امام ابو یوسف نے کتاب الجوامع چالیس فصول میں لکھی ہے، جس میں فقہاء کے اختلاف اور رائے مختار کو بیان فرمایا ہے، اب نایاب ہے (اعلام زرکلی: 193/8)

67 ابو علی، حسن بن زیاد لولوی کوفی حنفی سنہ 205ھ میں وفات پائی آپ کی کتب میں ان کتابوں کا ذکر ملتا ہے "اِدب القاضی". "الآمالی فی الفروع". "کتاب الخراج". "کتاب الخصال". "کتاب الفرائض". "کتاب المجرد لأبی حنیفة روایة". "کتاب النفقات". "کتاب الوصایا المأخوذیة الملقب بالمأمونیة فی الفتاوی". "معانی الأیمان". (ھدیة العارفین

ششم : قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور تلاوت کو چھوڑ دینے والا گنہ گار ہے۔ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے خطبہ میں ایک بار سورہ عصر اور ایک بار "لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ"[68] (دوزخ والے اور جنت والے برابر نہیں جنت والے ہی مراد کو پہنچے) اور ایک بار "وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ" (اور دوزخی آواز دینگے اے مالک! چاہیے کہ تیرا رب ہمارا فیصلہ فرمادے وہ فرمائے گا تمہیں تو ٹھہرنا ہے)[69] پڑھا ہے۔

ہفتم : دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا اور صحیح یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا غیر مستحسن ہے۔

ہشتم : دوسرے خطبے میں حمد و ثنا اور حضور پر درود شریف کا اعادہ کرنا۔

نہم : دوسرے خطبے میں مؤمن مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کی زیادتی کرنا۔

دہم : خطبے کا طوال مفصل میں سے کسی سورت کی مقدار میں ہونا اور اس سے زیادہ لمبا کرنا مکروہ ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے" من فقه الرجل طول الصلاة و قصر الخطبة "[70] نماز کا دراز ہونا اور خطبہ کا مختصر ہونا آدمی کے علم و فہم کی علامت ہے۔ جیسا کہ شرح وافی[71] میں ہے۔

---

68 : القرآن الکریم: 20/59

69 : القرآن الکریم: 43/ 77

70 (الاوسط لابن منذر 417/5 حدیث رقم: 1751) اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں - حدثنا يزيد بن عبد العزيز ، قال : ثنا محمد بن بكار ، قال : ثنا سعد بن بشير ، عن واصل ، عن أبي وائل ، عن عمار بن ياسر ، قال : سمعت رسول الله صلى

انتہی کلام البحر [72] (البحر الرائق کی عبارت ختم ہوئی)۔

=

فأطيلوا الصلاة ، وقصروا الخطبة ، وإن من البيان سحرًا »- (المستدرك على الصحيحين: ج3/ص 444 ح5683)

71 الکافی شرح الوافی، ''کنز الد قائق'' کے مصنف حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی حنفی کی ہے متن ''الوافی'' بھی انہیں کی تصنیف ہے (ہدیۃ العارفین 241/1)
''وافی فی الفروع''، بہت مقبول کتاب ہے، اس کتاب کی تالیف کے بارے میں خود مصنّف نے لکھا ہے کہ فارغ وقت میں میرے دل میں خیال گذرتا تھا کہ میں ایسی کتاب لکھوں جس میں ''جامع صغیر'' و ''کبیر''، ''زیادات'' اور ''مختصر'' و ''نظم الاخلاقیات'' کے مسائل کو جمع کروں اور جو بعض فتاویٰ اور امور واقعہ کے مسائل کو شامل ہو تو میں نے لکھا اور جلد ہی مکمل کر لیا اور اسکا نام ''الوافی'' رکھا اگر مجھے اسکی شرح لکھنے کو توفیق نصیب ہوئی تو میں اسکا نام ''کافی'' رکھونگا پھر اسکی شرح فرمائی اور ''کافی'' نام رکھا۔
اتقانی نے ''غایۃ البیان'' میں تحریر فرمایا ہے کہ جب انہوں نے ''ہدایہ'' کی شرح لکھنے کا ارادہ فرمایا یہ بات تاج الشریعہ (ان کے زمانہ کے اکابرین میں سے تھے) کو معلوم ہوئی اس وقت انہوں نے فرمایا: ان کی شان کے لائق نہیں ہے۔ تو اپنی نیت سے رجوع کر لیا اور ''ہدایہ'' جیسی کتاب لکھنا شروع کر دیا تبھی ''وافی'' کو ''ہدایہ'' کے اُسلوب پر لکھا اور اس پر ''کافی'' نامی شرح لکھی گویا کہ ہدایہ کی شرح ہے۔ (کشف الظنون 1997/2)

72 البحر الرائق کی اصل عبارت یہ ہے۔
أَمَّا الْخُطْبَةُ فَتَشْتَمِلُ عَلَى فَرْضٍ وَسُنَّةٍ فَأَمَّا الْفَرْضُ فَشَيْئَانِ الْوَقْتُ وَذِكْرُ اللَّهِ تَعَالَى وَأَمَّا سُنَنُهَا فَخَمْسَةَ عَشَرَ أَحَدُهَا الطَّهَارَةُ حَتَّى كُرِهَتْ لِلْمُحْدِثِ وَالْجُنُبِ وَقَالَ أَبُو يُوسُفَ لَا يَجُوزُ وَثَانِيهَا الْقِيَامُ وَثَالِثُهَا اسْتِقْبَالُ الْقَوْمِ بِوَجْهِهِ وَرَابِعُهَا قَالَ أَبُو يُوسُفَ فِي الْجَوَامِعِ التَّعَوُّذُ فِي نَفْسِهِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ وَخَامِسُهَا أَنْ يُسْمِعَ الْقَوْمَ الْخُطْبَةَ ، فَإِنْ لَمْ يُسْمِعْ أَجْزَأَهُ وَسَادِسُهَا مَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ أَنَّهُ يَخْطُبُ خُطْبَةً خَفِيفَةً وَهِيَ تَشْتَمِلُ عَلَى عَشَرَةٍ: أَحَدُهَا - الْبُدَاءَةُ بِحَمْدِ اللَّهِ وَثَانِيهَا - الثَّنَاءُ عَلَيْهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ وَثَالِثُهَا - الشَّهَادَتَانِ وَرَابِعُهَا - الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَخَامِسُهَا -

اور حدیثیں درجہ تواتر کو پہونچی ہوئی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے اور آپ کا خطبہ کبھی قرآن کی سورت یا آیت کی تلاوت سے خالی نہیں ہوتا تھا۔

اور مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ میں آیت " وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ "[73] (ترجمہ: اور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھروگے، اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھر دی جائے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا) پڑھی نیز مروی ہے کہ آیت "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا "[74] (ترجمہ : اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو) پڑھی تھی اور مروی ہے کہ "وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ " (اور دوزخی آواز دینگے اے مالک ! چاہیے کہ تیرا رب ہمارا فیصلہ فرمادے وہ فرمائے گا تمہیں تو ٹھہرنا ہے)[75] پڑھا ہے[76]

=

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِيهَا سُورَةَ الْعَصْرِ وَمَرَّةً أُخْرَى { لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ } ، وَأُخْرَى وَنَادَوْا يَا مَالِكُ } وَسَابِعُهَا - الْجُلُوسُ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ وَثَامِنُهَا - أَنْ يُعِيدَ فِي الْخُطْبَةِ الثَّانِيَةِ الْحَمْدَ للهِ وَالثَّنَاءَ وَالصَّلَاةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَاسِعُهَا - أَنْ يَزِيدَ فِيهَا الدُّعَاءَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَعَاشِرُهَا - تَخْفِيفُ الْخُطْبَتَيْنِ بِقَدْرِ سُورَةٍ مِنْ طِوَالِ الْمُفَصَّلِ وَيُكْرَهُ التَّطْوِيلُ (البحر الرائق ٥/ ١٦٣)

73　القرآن الکریم: 281/2

74　القرآن الکریم: 70/33

75　القرآن الکریم: 77/43

76　القرآن الکریم: 77/43

اور مروی ہے کہ ایک مرتبہ آیت کریمہ "إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا"[77] جب زمین تھرتھرا دی جائے جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا ہے۔ اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے) پڑھی۔

شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ امام کے لیے ہر جمعہ میں اس آیت "يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ"[78] کا پڑھنا مستحب ہے۔ (ترجمہ: جس دن ہر جان نے جو بھلا کیا حاضر پائے گی اور جو بُرا کام کیا، اُمید کرے گی کاش مجھ میں اور اس میں دُور کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں اپنے عذاب سے ڈراتا ہے، اور اللہ بندوں پر مہربان ہے)۔

ہاں جب خطبہ میں مکمل سورت پڑھنا چاہے تو اول سورت میں اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھے اور اگر صرف ایک آیت پڑھنا چاہے۔ اس میں مشائخ رحمہم اللہ کا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھے اور اکثر کہتے ہیں کہ صرف اعوذ باللہ پڑھے تسمیہ نہ پڑھے۔ اسی وجہ سے مشہور خطبا اکثر اوقات تسمیہ چھوڑ دیتے ہیں جبکہ تعوذ اس طرح ضرور پڑھتے ہیں اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم ۔ کبھی تسمیہ پڑھتے ہیں اور کبھی نہیں پڑھتے۔ اصل اختلاف خارج خطبہ میں ہے۔ جب مکمل سورت پڑھنا چاہے اس وقت تعوذ و

---

77 القرآن الکریم: 1،2/99

78 القرآن الکریم: 30/3

تسمیہ دونوں پڑھے گا۔ اور اگر صرف ایک آیت پڑھنا چاہتا ہے آیا اس وقت تسمیہ پڑھے گا؟ اس میں اختلاف ہے جیسا کہ تاتار خانیہ[79] میں ہے۔

اور مولانا فتح محمد بن شاہ عیسی جند اللہ[80] رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مفتاح الصلاۃ'' میں ہے۔

'' نماز جمعہ سے پہلے خطبہ شرط ہے اور خطبہ میں پندرہ باتیں سنت ہیں۔

اول : وضو۔ دوم : قیام۔ سوم : لوگوں کی جماعت کی جانب چہرا کرنا۔ چہارم : خطبہ کے شروع میں اعوذ باللہ آہستہ پڑھنا۔ پنجم : خطبہ بلند آواز سے پڑھے کہ قوم سنے۔ ششم : اللہ تعالی کی حمد و تعریف سے شروع کرنا۔ ہفتم : اللہ تعالی کی شان کے مطابق ثنا بیان کرنا۔ ہشتم : پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا۔ نہم : وعظ و نصیحت کرنا۔ دہم : قرآن مجید پڑھنا جتنی بھی مقدار میسر ہو۔ یازدہم : دو خطبوں کے درمیان جلسہ کرنا دوازدہم : دوسرے خطبہ میں حمد و ثنا اور درود کا اعادہ کرنا سیزدہم : خطبہ ثانیہ میں مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کی زیادتی کرنا چہاردہم : دونوں خطبوں کا طوال مفصل کی کسی ایک سورت کی مقدار ہونا۔

---

79 اس کتاب کا نام ''زاد المسافر فی الفروع'' ہے اور ''فتاوی تاتار خانیہ'' کے نام سے مشہور ہے عالم بن علاء حنفی متوفی سنہ 786ھ کی تصنیف ہے اور کئی جلدوں میں ہے (کشف الظنون 947/2)

80 شیخ، عالم، محدّث، فتح محمد بن عیسی بن قاسم بن یوسف سندھی برہانپوری، مشائخ صوفیہ اور علمائے کاملین میں سے تھے۔ اپنے والد سے علم حاصل کیا اور تصوف و طریقت کی تعلیم بھی انہیں سے حاصل کی۔ پھر برہانپور میں کچھ مدت تک درس و تدریس سے لوگوں کو فائدہ پہونچاتے رہے۔ پھر حرمین شریفین کے لیے روانہ ہوئے اور وہیں سکونت اختیار کرلی، مکہ میں ہی مدفون ہیں۔ آپ کی تصانیف میں '' مفتاح فتوح العقائد''، ''فتوح الاوراد''، ''فتح المذاہب الاربعۃ''، '' مفتاح الصلوٰۃ'' مشہور ہیں۔ (نزہۃ الخواطر ص: 600)۔

اس سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ " مجتبیٰ "[81] میں ہے۔ پانزدہم : عصا وغیرہ ہاتھ میں پکڑنا۔ " خلاصہ "[82] میں ہے کہ مکروہ ہے [83] لیکن " حاوی "[84] میں تلوار پر ٹیک لگانے کا ذکر ہے اور " بحر "[85] کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ تلوار اور غیر تلوار میں کوئی فرق نہیں ہے [86]۔ اور صحیح احادیث کی کتب سے معلوم ہوتا ہے

---

81 خلاصہ الفتاوی، امام شیخ طاہر بن احمد بن عبد الرشید بخاری متوفی سنہ 542ھ کی تصنیف ہے، آپ نے اس فن میں " خزانۃ الواقعات " اور " کتاب النصاب " تالیف فرمائی پھر ان کے بعض دوستوں نے ان کتابوں کی تلخیص طلب کی کہ جسے یاد کرنا آسان ہو اس وقت آپ نے " خلاصہ " تحریر فرمائی۔ اپنے زمانہ کے بے مثال اور ماوراء النہر کے شیخ الحنفیہ، مجتھد فی المسائل تھے۔ اس کتاب کا مخطوطہ پانکی پور راجستھان رقم :1616 میں محفوظ ہے۔ (الفوائد البھیۃ84) (دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر)

82 مختصر القدوری کی شرح ہے

83 اعلی حضرت علیہ الرحمہ نے ف" تاوی رضویہ "میں دوران خطبہ خواندگی عصا لینے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ

" خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا ہے اور بعض نے مکروہ، اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت موکدہ نہیں، تو بنظر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو۔ وذالک لان الفعل إذا تردد بین السنیۃ والکراھۃ کان ترکہ أولی (وہ اس لیے کہ جب فعل سنت اور مکروہ کے درمیان متردد ہو تو اسکا ترک بہتر ہوتا ہے)۔ واللہ تعالی اعلم (العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویۃ ج 8 ص 303 مترجم)

84 حاوی فی الفروع : قاضی جمال الدین احمد بن محمد بن نوح قابسی غزنوی حنفی متوفی مابین سنہ 593ھ-600ھ۔ اس کتاب کو " حاوی قدسی " کہا جاتا ہے کیونکہ مصنف نے اسے قدس میں تحریر فرمایا ہے۔ حاجی خلیفہ چلپی نے کہا کہ میں نے اس کتاب کے نسخہ کی پشت پر مصنف کا نام : شیخ امام محمد غزنوی لکھا ہوا دیکھا۔

اس کتاب کو تین اقسام میں منقسم فرمایا ہے قسم اول : اصول دین۔ قسم دوم : اصول فقہ قسم سوم : فرعی مسائل۔ (کشف الظنون 627/1)

85 یہاں بحر سے " البحر الرائق شرح کنز الدقائق " مراد ہے

86 البحر الرائق شرح کنز الدقائق [illegible]

کہ عصا وغیرہ پکڑنا جائز بلکہ سنت ہے جیسا کہ حضرت سعد قرظ[87] رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ میں خطبہ فرماتے کمان پر ٹیک لگاتے اور جب جمعہ کا خطبہ فرماتے لکڑی پر ٹیک لگاتے۔[88]

اسے امام ابن ماجہ[89] نے "سنن"[90] میں اور امام حاکم[91] نے

---

87 سعد بن عائذ قرظ، ابن عبد الرحمٰن، موذن، سعد قرظ کے نام سے مشہور ہیں، قرظ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ جس چیز کی بھی تجارت کرتے نقصان ہوتا لیکن قرظ کی تجارت کی نفع حاصل ہوا تب سے اسی کی تجارت کرتے رہے، انصار کے آزاد کردہ غلام ہیں، کہا گیا ہے کہ عمار بن یاسر کے آزاد کردہ غلام ہیں (الاستیعاب: 2 / 593 ، وأسد الغابة، 2/ 282)

88 سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، 85 باب ماجاء فی الخطبۃ یوم الجمعۃ، رقم : 1107، (201/2)۔ مستدرک للحاکم، رقم الحدیث :6554، 607/3۔ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی رقم :1963، 64، 5، 89/65۔ مسند الشافعی، رقم :421 ص 447 (ترتیب السندی)۔ الشمائل الشریفۃ، جلال الدین السیوطی، رقم :188، 122/1

89 ابو عبد اللہ، محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی متوفی سنہ 273ھ اور ولادت سنہ 209ھ میں ہوئی، علم حدیث میں امام تھے، قزوین کے باشندے تھے، علم حدیث کے لیے بصرہ، بغداد، شام، مصر، حجاز اور رے کا سفر فرمایا اور علم حدیث میں سنن اور تفسیر قرآن اور تاریخ قزوین آپ کی مشہور تصانیف ہیں (الاعلام للزرکلی :144/7 ھدیۃ العارفین :453/1 کشف الظنون :105/2)

90 سنن ابن ماجہ : امام ابن ماجہ قزوینی کی یہ کتاب بعض علما کے نزدیک صحاح ستہ میں سے ایک ہے ۔ علماء حدیث نے اس کتاب کا کافی اہتمام کیا ہے اور شروح و حواشی تحریر فرمائے ہیں، ایک جزء کی پانچ جلدوں میں حافظ علاء الدین مغلطای (متوفی سنہ 762ھ نے شرح لکھی ہے اور امام جلال الدین سیوطی (متوفی سنہ) نے مکمل کتاب کی شرح بنام "مصباح الزجاجۃ علی سنن ابن ماجہ" فرمائی ہے اور دیگر شروحات و حواشی بھی موجود ہیں جو کتاب کی مقبولیت و مرتبہ پر دلالت کرتے ہیں۔

91 ابو عبد اللہ، محمد بن عبد اللہ بن حمدویہ نیساپوری، معروف بہ ابن البیع اور حاکم اور سنہ 321ھ میں نیساپور میں آپ کی ولادت ہوئی۔ سنہ 341 میں عراق کی جانب کوچ فرمایا

"مستدرک" میں [92] اور بیہقی [93] نے

=

فرمایا۔ تقریباً ۲۰۰۰ مشائخ سے اخذ علم فرمایا اور سنہ 359 میں نیساپور کے قاضی مقرر کئے گئے۔ اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے امام، عالم اور مصنّف تھے۔ علامہ ابن عساکر نے فرمایا ہے کہ آپ کی سنی گئی تصنیفات میں سے 2500 کی تعداد تک لوگوں کے ہاتھوں تک پہونچی ہیں جن میں مشہور یہ ہیں۔ تاریخ نیساپور: شیخ سبکی نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ میرے نزدیک فقہاء کو تاریخ میں سب سے زیادہ فائدہ دینے والی ہے اور جو بھی اس کتاب کو بنظر غائر مطالعہ کرے گا وہ مصنّف کی تمام علوم پر مہارت کو جان لے گا۔ مستدرک علی الصحیحین: آگے تفصیل آرہی ہے۔ الاکلیل، المدخل: علم اصول حدیث میں (مطبوع)، تراجم الشیوخ، الصحیح: علم حدیث میں، فضائل الشافعی۔ تسمیۃ من اخرجھم البخاری و مسلم (مخطوط)۔ معرفۃ علوم الحدیث: مصطلح حدیث میں ہے (مطبوع)۔ (الاعلام للزرکلی 227/6)

92 المستدرک علی الصحیحین: علم حدیث میں امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیساپوری (م405ھ) کی تصنیف ہے، اس کتاب میں حاکم نیساپوری نے ان صحیح احادیث کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے جو شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر ہوں اور انکی تخریج انہوں نے اپنی "صحیحین" میں نہ فرمائی ہو، چاہے تو ان کی کتابوں میں مذکور بعینہ وہی رواۃ سے روایت ہو یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہو یا جن احادیث کے صحیح ہونے کے جانب انکا اجتہاد پہنچا ہو۔ امام حاکم صحیح کی شرائط کے بیان میں وسعت رکھتے ہیں جبکہ ان کی پابندی میں تساہل برتتے ہے جیسا کہ ابن الصلاح نے ذکر فرمایا ہے۔ اور امام بلقینی نے فرمایا: اور اس کتاب میں ضعیف و موضوع بھی ہیں اور اسے حافظ ذہبی نے بیان فرمایا ہے اور اس کتاب سے موضوع احادیث کا ایک جزء جمع فرمایا جو 100 سو کے قریب ہیں۔ امام ابن حجر نے فرمایا: امام حاکم سے تساہل اس وجہ سے واقع ہوا کہ انہوں کتاب کا مسودہ تیار فرمایا تا کہ اسکی تنقیح فرمائیں لیکن وقت موت آپڑا یا اسکے علاوہ کوئی اور سبب ہوا جس کے سبب تنقیح نہ کرسکے۔ (کشف الظنون: 1672/2)

93 بیہقی: احمد بن حسین بن علی، ابو بکر، علم حدیث میں امام ہیں۔ مقام خسروجرد (بیہق نامی قریہ کے) نیساپور میں ولادت ہوئی اور بیہق میں ہی پرورش پائی اور طلب علم کے لیے

"سنن"[94] میں روایت کیا ہے اور اسی کے مثل امام شافعی[95] نے امام عطا سے مرسلاً روایت فرمایا ہے۔

اور امام جلال الدین سیوطی[96] نے دونوں روایتیں شمائل[97] میں بیان فرمائی ہیں۔

=

فرمایا، سنہ 458ھ میں آپ کی وفات 74 سال کی عمر میں ہوئی۔ امام الحرمین نے فرمایا کہ " کوئی ایسا شافعی المسلک شخص نہیں ہے جس پر امام شافعی کا احسان و فضل نہ مگر امام بیہقی کہ انکا امام شافعی پر احسان و فضل ہے انکی مذہب میں کثرت تصانیف اور مذہب کے مختصرات کی شرح وبسط اور امام کی آراء کی تائید کی وجہ سے "۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں جو ایک ہزار کی تعداد کے قریب ہیں جن میں درج ذیل مشہور ہیں : 1۔ السنن الکبری۔ (مطبوعہ) دس جلدیں۔ 2۔ السنن الصغری۔ 3۔ المعارف۔ 4۔ الاسماء والصفات۔ 5۔ دلائل النبوۃ۔ 6۔ الآداب علم حدیث میں۔ 7۔ الترغیب والترھیب ۔ 8۔ الجامع المصنف فی شعب الایمان۔ (الاعلام للزرکلی 116/1)

94 سنن کبریٰ و صغریٰ : امام بیہقی کی دونوں کتابیں ہیں ، کبریٰ کا اختصار ابراہیم بن علی معروف بہ ابن عبد الحق دمشقی نے پانچ جلدوں میں فرمایا ہے دیگر کئی علما نے مختصرات فرمائی ہیں جو کافی مقبول بھی ہوئے ہیں۔ (کشف الظنون 1007/2)

95 ابو عبد اللہ ، محمد بن ادریس بن عباس بن شافعی ھاشمی قرشی مطلبی ، اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ میں سے ایک مذہب کے امام ہیں اور سبھی شوافع انہیں کی جانب منسوب ہیں ، غزہ (فلسطین) میں سنہ 150ھ میں ولادت ہوئی اور دو سال کی عمر میں مکہ لے جائے گئے اور دو بار بغداد کی زیارت فرمائی اور پھر مصر کی جانب سنہ 199ھ میں زاد راہ باندھا اور وہیں سنہ ھ204 میں وفات فرمائی اور ملک مصر کے شہر قاہرہ میں آپ کی مزار معروف و مشہور زیارت گاہ خلائق ہے۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں مشہور تر "کتاب الام" فقہ میں ہے سات جلدیں ہیں بویطی نے جمع اور ربیع بن سلیمان نے تبویب فرمائی ہے ، "مسند شافعی"، "احکام القرآن"، "الرسالہ" اصول فقہ میں ہیں۔ (الاعلام زرکلی 26/6)۔

96 جلال الدین سیوطی (849 - 911ھ 1445 - 1505م) آپ کا نام عبد الرحمٰن بن

رہا بادشاہ کے لیے دعا کرنا اگر بادشاہ عادل ہو تو جائز ہے اور اگر ظالم ہے تو اس وقت تک دعا کرنا مکروہ ہے جبتک عام گفتگو کرنا جائز نہیں ہے۔ اور درست یہ ہے کہ اس وقت بھی سکوت واجب ہے لیکن بادشاہ کو سنانے کی جانب متوجہ نہ ہو کہ یہ گفتگو کرنے کے حکم میں ہے"۔ انتہیٰ[98]

فتاویٰ عالمگیریہ[99] میں ہے کہ

"خطیب کا آواز بلند کرنا اور دوسرے خطبے میں پہلے کی بنسبت آواز کم بلند کرنا مستحب ہے۔ جیسا کہ "بحر رائق" میں ہے اور مناسب ہے کہ دوسرا خطبہ اس طرح سے ہو: الحمد لله نحمده و نستعينه - ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہم اسی کی حمد بیان کرتے اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اور خلفائے

=

سے زائد ہیں جس میں چھوٹی بڑی کتابیں اور رسالے شامل ہیں۔ قاہرہ میں یتیمی میں پرورش پائی۔ چالیس سال کی عمر کے بعد نیل کے کنارے روضۃ المقیاس میں خلوت نشیں ہو گئے اور وہیں اکثر کتابیں لکھیں جن میں چند مشہور یہ ہیں: الاتقان في علوم القرآن اور اتمام الدرايه لقراء النقايه اور الاحاديث المنيفه اور الارج في الفرج اور الاذكار في ماعقده الشعراء من الآثار الاعلام للزركلی 301/3۔

97 الشمائل الشريفة، جلال الدين السيوطی، رقم: 188، 122/1۔

98 مفتاح الصلوۃ کتاب دستیاب نہ ہو سکی جس کی وجہ سے حوالہ درج نہیں کیا جا سکا۔

99 فتاویٰ عالمگیری: سلطان اعظم محمد اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے ہندوستان کے حنفی فقہاء نے شیخ امام نظام الدین برہانپوری کی قیادت و صدارت میں چار جلدوں میں تالیف فرمائی، سلطان اورنگ زیب نے ان کی بارگاہ میں کتابیں وافر مقدار میں جمع فرمائیں اور مال و خزانہ کے دروازے کھول دیئے، اسے فتاوی اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں ان مسائل کو جمع فرمایا جن پر فتویٰ دیا جاتا ہے اور ہدایہ کی ترتیب پر ابواب مرتب کیے گئے ہیں کئی مرتبہ ۴ اور ۶ جلدوں میں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے (الاعلام زرکلی 46/6 موسوعة الاعلام، وزارة

راشدین اور عمین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر کرنا مستحسن ہے۔ کہ مسلمانوں کا تعامل اسی کے مطابق چلا آیا ہے ایسا ہی "تجنیس"[100] میں ہے[101]

اور جامع الرموز[102] میں ہے کہ خطیب دو خطبے پڑھے اور پہلے خطبہ کی ابتدا آہستہ اعوذ باللہ سے کرے پھر اللہ تعالی کی حمد بجالائے پھر دونوں شہادتیں بیان کرے پھر حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجے۔ پھر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے۔ پھر تین آیتوں کی مقدار قرآن مجید کی تلاوت کرے سورہ عصر یا "لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ" یا "وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ" پڑھے اور اگر کچھ بھی نہیں پڑھا تو بُرا کیا جیسا کہ "جلالی" میں ہے اور ایک ہلکا جلسہ کرے پھر دوسرا خطبہ پڑھے جس میں حمد پھر شہادتیں پھر درود پھر مؤمنین و مومنات کے لیے دعا بجالائے اور مذکورہ بالا تمام اُمور دونوں خطبوں میں سنت ہیں جیسا کہ "جلالی" میں ہے پھر خلفائے

---

100 فقہ میں کئی ایک "تجنیس" ہیں تجنیس خواہر زادہ، تجنیس ملتقط، تجنیس ناصری، تجنیس دبوسی (ابو زید عبید اللہ بن عمر قاضی حنفی (م 430ھ) اور التجنیس والمزید وھو لاھل الفتویٰ غیر عتید امام برہان الدین علی بن ابو بکر مرغینانی حنفی (م 593ھ) کی تالیف ہے

101 فتاویٰ عالمگیری: کتاب الصلوۃ، باب السادس عشر فی صلاۃ الجمعۃ، 318/4

102 جامع الرموز: مولیٰ شمس الدین محمد خراسانی ثم قہستانی (متوفی (962ھ) نے علامہ صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی (متوفی 745ھ) کی کتاب "النقایۃ مختصر الوقایۃ" پر شرح لکھی ہے۔ یہ شرح تمام شروح میں زیادہ نفع بخش اور رموز و اشارات میں دقیق ہے جس کا نام "جامع الرموز" رکھا ہے اور اس شرح کے خطبہ میں عبید اللہ خان اوربکی کا ذکر کیا ہے۔ اس کی تالیف سے سنہ 941ھ میں فارغ ہوئے اور اس شرح پر مولیٰ ابن الالھی بروسوی کا حاشیہ بالقول (قال کہہ کر متن بیان کرنا اور اقول کہہ کر اس پر تعلیق لکھنا) ہے۔ (کشف

راشدین کی ثنا بیان کرے جیسا کی "زاہدی"[103] میں ہے پھر تمام صحابہ کرام کی ثنا و توصیف بیان کرے پھر بادشاہ وقت کے لیے انصاف و احسان کی دعا کرے۔ بادشاہ کی ایسی تعریف سے پرہیز کرتے ہوئے جس کے بارے میں کفر و گمراہی کا قول کیا گیا ہے جیسا کہ ترغیب میں ہے۔ انتہیٰ

اور خطیب دائیں بائیں نہ جھکے اور "شرح مھذب"[104] میں ہے کہ تمام علماء کا اس کی کراہت پر اتفاق ہے اور اس کا بدعت سیئہ میں شمار ہے۔ برخلاف امام اعظم ابو حنیفہ کے کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ خطیب دائیں بائیں اذان کی طرح جھکے اسے شیخ ابو حامد[105] نے نقل فرمایا ہے۔ (میں کہتا ہوں) امام اعظم ابو حنیفہ

---

103 زاہدی : مختار بن محمود بن محمد، ابو الرجا، نجم الدین، الزاہدی الغزمینی : فقیہ، معتزلی تھا۔ غزمین کے باشندے تھے (خوارزم میں) بغداد و روم کا سفر کیا اور اس کی تصانیف میں : الحاوی فی الفتاویٰ، مجتبیٰ جس میں آپ نے مختصر القدوری کی شرح کی ہے، الناصریۃ : برکت خان کے واسطہ نبوت و معجزات میں تالیف فرمایا ہے۔ (زرکلی، الاعلام 193/7 تاج التراجم 25/1)

104 المہذب فی الفروع: شیخ امام، ابو اسحاق : ابراہیم بن محمد شیرازی شافعی (متوفی: 476ھ)۔ اس کتاب کی تصنیف کی ابتدا سن 455ھ میں فرمائی اور سن 469ھ میں اختتام پذیر ہوئی۔ فقہ شافعی میں کافی معتبر و مقبول کتاب ہے۔ اسکی مقبولیت کا اندازہ اسکی شروحات کی کثرت اور علما کے اہتمام سے لگایا جا سکتا ہے۔ (کشف الظنون 1912/2)

105 شیخ ابو حامد الاسفرائینی : محمد بن عبد الملک بن محمد جوسقانی۔ (344 - 406ھ = 955 - 1016م) جوسقان اسفرائین میں ایک علاقہ کا نام ہے۔ ابن السمعانی نے آپ کے متعلق فرمایا : آپ امام، فاضل، دیندار، حسن سیرت کے مالک اور گوشہ نشین تھے بغداد میں امام غزالی کے پاس فقہ حاصل فرمایا، آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں مطول اصول فقہ میں اور [illegible]

سے اس بات کا منقول ہونا محل نظر ہے اور ان سے یہ نقل درست نہیں ہے۔ ایسا "علامہ عینی"[106] کی "شرح بخاری"[107] میں ہے۔

اور ابن قیم جوزیہ نے زاد المعاد[108] میں تحریر فرمایا ہے کہ

بنی کریم ﷺ جب خطبہ کے لیے کھڑے ہوتے کمان لیتے۔ جب تک منبر پر رہتے اس پر ٹیک لگائے رہتے۔

اس طرح امام ابو داؤد نے ذکر فرمایا ہے کہ کبھی کمان پر ٹیک لگاتے[109] اور حضور ﷺ کا تلوار پر ٹیک لگانا کتب حدیث میں محفوظ نہیں ہے۔

اور امام شافعی نے ابن جریج[110] سے روایت فرمائی ہے انہوں نے کہا: میں نے امام عطار ضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا حضور ﷺ عصا پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے تو انہوں جواب دیا کہ ہاں عصا پر ٹیک لگاتے تھے۔

---

106 بخاری شریف کی مشہور شروح میں سے یہ شرح ہے، علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی (متوفی: 855ھ) کی تالیف ہے دس جلدوں میں ضخیم شرح ہے اور نام "عمدۃ القاری" ہے۔ (کشف الظنون 541/1)

107 أن الخطيب لا يلتفت يمينا ولا شمالا حالة الخطبة وفي (شرح المهذب) اتفق العلماء على كراهة ذلك وهو معدود في البدع المنكرة خلافا لأبي حنيفة فإنه قال يلتفت يمنة ويسرة كالأذان نقله الشيخ أبو حامد قلت في هذا النقل عن أبي حنيفة نظر ولا يصح ذلك عنه (عمدۃ القاری 133/10)

108 زاد المعاد فی ہدی خیر العباد : شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر ابن قیم جوزیہ (متوفی 751ھ کی تالیف ہے۔ (کشف الظنون 947/2)

109 أبو داود(202 - 275 ھ = 817 - 889 م)

سلیمان بن اشعث بن إسحاق بن بشیر ازدی سجستانی، ابو داود: إمام اہل الحدیث فی زمانہ اپنے زمانے کے علم حدیث کے امام تھے، سجستان کے باشندے تھے اور کافی سفر فرمایا اور بصرہ میں وفات فرمائی۔ آپ کی تصنایف میں سنن ابوداود (صحاح ستہ میں ایک) مراسیل اور کتاب الزہد وغیرہ (زرکلی: اعلام 122/3)

امام احمد اور امام ابن ماجہ نے سعد بن عائذ، سعد قرظی (رسول اللہ ﷺ کے موذن) سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ جب جنگ میں خطبہ فرماتے تو تلوار پر ٹیک لگاتے اور جب جمعہ میں خطبہ فرماتے تو عصا پر ٹیک لگاتے اس طرح "سیرت شامیہ"[111] میں ہے[112]۔

اور حضرت علامہ و مولانا ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی[113] رحمہ اللہ نے

=

110 ابن جریج (80 – 150ھ = 699 - 767م)
عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج، ابو ولید اور ابو خالد: حرم مکی کے فقیہ تھے، اپنے زمانہ کے حجاز کے امام تھے اور آپ مکہ کے اول مصنف ہیں، اصل رومی ہیں اور قریش کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ہیں، مکہ ہی میں ولادت و وفات ہوئی۔
امام ذہبی نے فرمایا: ثقہ تھے لیکن تدلیس کرتے تھے۔ (اعلام زرکلی 160/4)

111 سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: شیخ محمد بن یوسف دمشقی صالحی کی تصنیف ہے اور یہ متأخرین کی سیرت کی کتابوں میں سب سے زیادہ مفید اور جامع ہے جس میں سات سو سے زیادہ باب ہیں اور اکثر ابواب پر مفصل گفتگو فرمائی ہے (کشف الظنون 2/978)

112 قال في (زاد المعاد:) كان رسول الله – صلى الله عليه وسلم – إذا قام يخطب أخذ عصًا فتوكأ عليها وهو على المنبر – كذا ذكر أبو داود، (وكان أحيانا، يتوكأ على قوس. ولم يحفظ عنه أنه توكأ على سيف).
کچھ سطور بعد:
وروى الإمام الشافعي عن ابن جريج قال: (قلت لعطاء: أكان رسول الله – صلى الله عليه وسلم – يقوم على عطا ؟ قال: نعم يعتمد عليها اعتمادا)
وروى الإمام أحمد، وابن ماجه، عن سعد بن عائذ: سعد القرظ مؤذن رسول الله – صلى الله عليه وسلم – (أنه – صلى الله عليه وسلم – كان إذا خطب في الحرب خطب على قوس وإذ خطب في الجمعة خطب على عصا). (سبل الهدى و الرشاد ٨/ ٢١٨)

113 النسفي : 710 ھ 1310 م

" کافی شرح وافی "[114] میں تحریر فرمایا ہے کہ

اور خطبہ کا وقت نماز سے پہلے ہے یہاں تک اگر نماز جمعہ بغیر خطبہ پڑھ لی یا وقت سے پہلے خطبہ پڑھا۔ کافی نہ ہوگا۔ آیت کریمہ " فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ " کی وجہ سے یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر (خطبہ) کی جانب دوڑتے ہوئے آؤ۔ اور اس لیے کہ نماز جمعہ نماز ظہر کے قائم مقام خلاف قیاس ہے اور شریعت نماز جمعہ کو اس سے پہلے خطبہ کی قید سے ہی لائی ہے۔ اور حضور ﷺ نے اپنی عمر شریف میں کبھی نماز بغیر خطبہ نہیں پڑھی۔ اگر جائز ہوتی تو ضرور جواز کی تعلیم کے لیے ایک بار پڑھتے۔

اور دو خطبے درمیان میں جلسہ کے ساتھ سنت ہیں۔ امام شافعی کے برخلاف اور جلسہ کی مقدار یہ ہے کہ ہر عضو اپنی جگہ پر مستقر ہو جائے۔ اور پہلے خطبہ میں حمد بجالائے اور شہادتیں بجالائے اور حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجے۔ اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے۔ اور دوسرے خطبہ میں اسی طرح کرے مگر وعظ کی جگہ دعا کرے۔ مسلمانوں کا تعامل اسی کے مطابق چلا آیا ہے۔

=

نسفی، عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی، ابو البرکات آپ کی کنیت ہے اور فقہ حنفی کے زبردست فقیہ اور عظیم مفسر تھے۔ ایذج نامی اصبہان کے علاقے کے باشندے تھے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف میں درج ذیل مقبول و مشہور ہیں۔

مدارک التنزیل - مطبوع"، تفسیر میں، و" کنز الدقائق - مطبوع" فقہ میں. (الاعلام زرکلی 68/4، ھدیۃ العارفین 241/1)

114 الوافی فی الفروع : امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد حافظ الدین نسفی حنفی مقدم الذکر کی تصنیف ہے۔ فقہ حنفی میں ہے اور یہ کتاب کافی مقبول ہے اور اس پر کافی شروح و حواشی لکھے

<u>قَائِمًا بِالطَّهَارَةِ</u> : یعنی کھڑے ہو کر قیام و طہارت کی حالت میں خطبہ پڑھے۔ اور آیت کریمہ " وَتَرَكُوكَ قَائِمًا "[115] قیام کی دلیل ہے۔ اور حضور ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ فرمارہے تھے جب لوگ مدینہ میں قافلہ کے آنے کے سبب منتشر ہو گئے۔

اور طہارت کی وجہ یہ ہے کہ خطیب مسجد میں اللہ کا ذکر کرتا ہے لہٰذا اذان کی طرح ہوا۔ اور اگر بیٹھ کر یا بے وضو خطبہ کہے جائز ہے کیونکہ اس سے مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اور خطبہ کا مقصد لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنا ہے لیکن ایسا کرنا خلاف سنت، مکروہ ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خطبہ طہارت کے بغیر درست نہیں ہے کیونکہ خطبہ نماز کا جز ہے اور اسکی دلیل حضرت عمر[116] اور عائشہ[117] رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ انہوں نے فرمایا " اِنَّمَا قُصِّرَتِ الصَّلَاةُ لِمَكَانِ الْخُطْبَةِ " نماز کو خطبہ کی جگہ قصر کیا گیا۔

---

115 وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (الجمعۃ: 11) ترجمہ: اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیے اور تمہیں خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے، اور اللہ کا رزق سب سے اچھا۔

116 حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالی عنہ آپ چالیسویں مسلمان اور رسول اللہ کی دعا کی مقبولیت سے ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے اور حضرت ابو بکر کے بعد حضور ﷺ کے دوسرے خلیفہ ہیں سنہ ۲۳ ھ میں آپ کی شہادت ہوئی (الاستیعاب 480) ترجمہ رقم 1697

117 حضرت عائشہ بنت ابو بکر صدیق زوجہ رسول اللہ ﷺ ، مکہ میں حضور نے نکاح فرمایا اور ہجرت کے ایک سال وداعی ہوئی۔ آپ کے فضائل میں کئی حدیثیں ہیں اور آپ کی وفات سن 58ھ میں ہوئی

تو ہم جواب دینگے : خطبہ ثواب میں نماز کا جز ہے۔ حالانکہ خطبہ میں استقبال قبلہ شرط نہیں ہے، اور بات کرنے سے ٹوٹتا نہیں ہے۔ اور خطبہ کے لیے ایک تحمید بھی کافی ہے۔ بایں طور کہ اگر ایک بار الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کہہ دے تب بھی جائز ہے۔ اور صاحبین رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اتنی مقدار پر اقتصار جائز نہیں ہے بلکہ خطبہ میں اس قدر کلام ہو جسے عُرف و عادت میں خطبہ کہا جاتا ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ خطبہ کی کم از کم مقدار تشہد (التحیات) کی مقدار ہے کیونکہ خطبہ پڑھنا واجب ہے اور صرف حمد و تسبیح کو خطبہ نہیں کہا جائے گا انتہٰی

نماز جمعہ کے صحیح ہونے کے لیے تیرہ شرطیں ہیں۔ ان میں سے چوتھی شرط خطبہ ہے۔ اور خطبہ کے لیے بھی شرائط، ارکان، واجبات اور سنن ہیں۔

خطبہ کی شرطیں : خطبہ کا اپنے وقت میں ہونا اگر وقت سے پہلے خطبہ پڑھا درست نہیں ہے۔ جماعت کی حاضری میں خطبہ کا ہونا اگر تنہا خطبہ پڑھا یا بعد میں جماعت حاضر ہوئی یہ بھی درست نہیں ہے۔ خطبہ کا بلند آواز سے ہونا بایں طور کہ امام سے قریب شخص سنے جبکہ کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔

خطبہ کے ارکان : خطبہ کی نیت کے ساتھ اللہ تعالی کا ذکر کرنا اگر الحمد للہ یا سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ خطبہ کی نیت کے ساتھ کہا تو امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک کافی ہے۔ لیکن اگر ان کلمات کو چھینک یا تعجب کی وجہ سے کہا تو کافی نہیں ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک خطبہ کے لیے اتنے لمبے ذکر کا ہونا ضروری ہے جسے (عُرف میں) خطبہ کہا جائے اور وہ تین آیتوں کی مقدار ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ تشہد کی مقدار یعنی التحیات للہ سے عبدہ و رسولہ تک ہے۔ اس لیے کہ خطبہ

کو خطبہ نہیں کہا جائے گا۔

خطبہ کے واجبات : طہارت ، قیام ، ستر عورت ہیں

خطبہ کی سنتیں : دو خطبوں کاان کے درمیان جلسہ کے ساتھ ہونا۔ ان میں سے ہر خطبے کا حمد و ثنا ، شہادتوں اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پر مشتمل ہونا۔ پہلے خطبہ کا قرآن کی آیات اور وعظ و نصیحت اور دوسرے خطبہ کا مومنین و مومنات کے لیے دعا پر مشتمل ہونا (یہ "کتاب مجالس الابرار"[118] کی پانچویں مجلس میں ہے[119])

---

118 مجالس الأبرار ومسالک الأخیار ومحائق البدع ومقامع الاشرار : اس کتاب میں ۱۰۰ مجلسیں ہیں علامہ بغوی کی مصابیح السنہ کی ۱۰۰ احدیثوں کی شرح ہے ، شیخ احمد بن عبد القادر اتحصاری رومی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے (کشف الظنون 1590/2)

119 مجالس الابرار ، ص ، 639 تحقیق : علی مصری سیمجان فورا ، ناشر : الجامعۃ الاسلامیہ ، کلیۃ

فصل:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبے

فصل : خطبات نبویہ

"سفر السعادہ"[120] میں مذکور ہے کہ جب حضور ﷺ خطبہ پڑھتے شوق اور حاضرین کے مبالغہ استماع کے خاطر (اچھی طرح سنانے کے لیے) اس حدتک آواز بلند کرتے کہ آپ کی مبارک آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ عظمت و جلال کے انوار کی تجلّیات اور ابلاغ اور انذار کی روشنیوں کی چمک کی وجہ سے اور آپ کا غصہ سخت ہو جاتا گویا کہ آپ کسی لشکر کو ڈرا رہے ہیں اور فرماتے کہ وہ لشکر صبح کو تم پر آپڑے گا یا شام کو۔ یعنی کہ ایسے لشکر کے بارے میں خبر دے رہے ہیں جو ان پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ اور خبر دے رہے ہیں کہ وہ لشکر صبح کے وقت تم پر حملہ آور ہو جائے گا اور لوٹ مار کریگا یا شام کے وقت تم پر حملہ آور ہوگا اور تمہارے آرام وسکون کو تم سے چھین لے گا۔ شدّتِ غضب اور مُنذرِ جیش کی تشبیہ کا ذکر متن اور "صحیح مسلم"[121]

اور "جامع الاصول"[122] میں حدیث شریف سے ثابت ہے۔

---

120 سفر السعادہ : علامہ مجد الدین محمد بن یعقوب فیروزآبادی شیرازی (متوفی 817ھ) کی کتاب ہے متعدد بار طبع ہو چکی ہے

121 الجامع الصحیح : امام مسلم کی تصنیف ہے اور صحاح ستّہ میں دوسری اور اور کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب میں سے ایک ہے۔ بخاری و مسلم ایک کو دوسرے پر مقدم ماننے میں اختلاف ہے بعض مسلم کو بخاری پر مقدم مانتے ہیں اور مسلم کی خصوصیات میں سے حسن ترتیب ہے (کشف الظنون 555/1)

122 اس کتاب کا نام "جامع الاصول لاحادیث الرسول" ہے جو ابو السعادات مبارک بن محمد معروف بہ ابن اثیر جزری شافعی (متوفی 606ھ) کی تصنیف ہے۔ اور بتایا ہے کہ یہ کتاب ٣

اور دیگر الفاظ میں امام مسلم[123] نے حضرت جابر[124] رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ

كَانَتْ خُطْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمْعَةِ يَحْمَدُ اللهَ وَ يُثْنِي عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ يَقُولُ مَنْ يَّهْدِي اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ خَيْرُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ تَعَالٰى وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ و كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ[125]

نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ میں اللہ کی شان کے مطابق حمد و ثنا بیان فرماتے پھر فرماتے اللہ تعالی جس کو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ تعالی گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور ہر نئی بات گمراہی ہے[126] اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

---

123 امام مسلم : ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیساپوری، نیساپور میں سن 204ھ میں پیدا ہوئے اور حجاز مصر و شام اور عراق کا سفر فرمایا اور نیساپور ہی میں سن 261ھ میں وفات پائی۔ علم حدیث میں امام و حافظ تھے اور انکی کتاب "صحیح مسلم" صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔ (زرکلی، الاعلام ص 221/7)

124 جابر بن عبد اللہ بن عمر انصاری سلمی، قبیلہ بنی سلمہ سے تھے۔ آپ کی کنیت میں اختلاف ہے ابو عبد الرحمٰن بیان کی گئی ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، چھوٹی عمر میں حضور کے ساتھ عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے اور بعض نے اصحاب بدر میں آپ کا ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ۱۹ غزوات میں شریک ہوئے اور مکثرین روایت میں سے ہیں۔ آخری زندگی میں آنکھیں چلی گئیں تھیں۔ سن 74ھ میں وفات فرمائی اور آپ کی سن وفات کے متعلق 77ھ 78ھ کا قول کیا گیا ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 94 برس تھی۔ (الاستیعاب 66/1)

125 مسلم، باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ 11/3 رقم الحدیث: 2043

126 یہاں نئی بات سے وہ امور مراد ہیں جو کتاب و سنت کے مخالف ہوں اور ہمارے زمانے کے

اور کبھی خطبہ میں فرماتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہُ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّہْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ وَ اَشْہَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ فِي رِوَایَۃٍ بِزِیَادَۃٍ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ ۔[127]

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لیے ہیں ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالی کی اپنی جانوں کی برائیوں سے پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالی جس کو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ تعالی گمراہ کردے اسکو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالی کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ایک روایت میں " تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں " کی زیادتی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت ضماد[128] مکہ میں تشریف لائے۔ وہ یمن کے کاہن تھے۔ اور لوگوں جنون اور آسیب کا علاج کرتے تھے۔ مکہ کے بے وقوفوں سے سنا۔ کہ

=

ہیں یہ فکر قرآن وحدیث کے مخالف ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح کی جماعت کے متعلق قول "نعمت البدعۃ ہذہ" دلیل قاطع ہے کہ بدعت بھی مستحسن ہوتی ہے اسی وجہ سے علماء کرام نے بدعت کی تقسیم واجبہ، مستحبہ، مباحہ، محرمہ، مکروہہ کی جانب کی ہے۔

127 مسلم، باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ 11/3 رقم الحدیث: 2044

128 ضماد ازدی ازد شنوئہ سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں حضور کے دوست تھے، دوا وعلاج کیا کرتے تھے اور تعویذ بناتے تھے، علم حاصل کرتے تھے۔ اول اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے

اور دیگر الفاظ میں امام مسلم[123] نے حضرت جابر[124] رضی اللہ عنہ سے روایت فرمائی ہے کہ

كَانَتْ خُطْبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَحْمَدُ اللهَ وَ يُثْنِي عَلَيْهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ثُمَّ يَقُولُ مَنْ يَّهْدِي اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَ خَيْرُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ تَعَالَى وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ و كُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ[125]

نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ میں اللہ کی شان کے مطابق حمد و ثنا بیان فرماتے پھر فرماتے اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور ہر نئی بات گمراہی ہے[126] اور ہر گمراہی جہنم میں ہے۔

---

123 امام مسلم : ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری نیساپوری، نیساپور میں سن 204ھ میں پیدا ہوئے اور حجاز مصر و شام اور عراق کا سفر فرمایا اور نیساپور ہی میں سن 261ھ میں وفات پائی۔ علم حدیث میں امام و حافظ تھے اور انکی کتاب "صحیح مسلم" صحاح ستہ میں سے ایک ہے۔ (زرکلی، الاعلام ص 221/7)

124 جابر بن عبد اللہ بن عمر انصاری سلمی، قبیلہ بنی سلمہ سے تھے۔ آپ کی کنیت میں اختلاف ہے ابو عبد الرحمٰن بیان کی گئی ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، چھوٹی عمر میں حضور کے ساتھ عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے اور بعض نے اصحاب بدر میں آپ کا ذکر کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ ۱۹ غزوات میں شریک ہوئے اور مکثرین روایت میں سے ہیں۔ آخری زندگی میں آنکھیں چلی گئیں تھیں۔ سن 74ھ میں وفات فرمائی اور آپ کی سن وفات کے متعلق 77ھ 78ھ کا قول کیا گیا ہے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر 94 برس تھی۔ (الاستیعاب 66/1)

125 مسلم، باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ 11/3 رقم الحدیث: 2043

126 یہاں نئی بات سے وہ امور مراد ہیں جو کتاب و سنت کے مخالف ہوں اور ہمارے زمانے کے

اور کبھی خطبہ میں فرماتے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہُ وَ نَسْتَعِیْنُہُ وَ نَسْتَغْفِرُہُ وَ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہُ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہُ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ فِي رِوَایَۃٍ بِزِیَادَۃٍ وَحْدَہُ لَا شَرِیْکَ لَہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہُ وَ رَسُولُہُ ۔[127]

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ہم اللہ کی حمد کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کی اپنی جانوں کی برائیوں سے پناہ چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ جس کو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسکو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور ایک روایت میں " تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں " کی زیادتی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت ضماد[128] مکہ میں تشریف لائے ۔وہ یمن کے کاہن تھے۔اور لوگوں جنون اور آسیب کا علاج کرتے تھے۔مکہ کے بے وقوفوں سے سنا۔کہ

=

ہیں یہ فکر قرآن وحدیث کے مخالف ہے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تراویح کی جماعت کے متعلق قول "نعمت البدعۃ ھذہ" دلیل قاطع ہے کہ بدعت بھی مستحسن ہوتی ہے اسی وجہ سے علماء کرام نے بدعت کی تقسیم واجبہ، مستحبہ، مباحہ، محرمہ، مکروہہ کی جانب کی ہے۔

127 مسلم، باب تخفیف الصلوۃ والخطبۃ 11/3 رقم الحدیث :2044

128 ضماد ازدی ازدشنوءہ سے تھے اور زمانہ جاہلیت میں حضور کے دوست تھے، دوا و علاج کیا کرتے تھے اور تعویذ بناتے تھے، علم حاصل کرتے تھے ۔ اول اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے

محمد ﷺ مجنون ہو گئے ہیں (نعوذ باللہ) ان کا علاج کرنا چاہیئے۔ تب حضرت ضماد نے اپنے دل میں سوچا: کہ کاش میں اس شخص کو دیکھ لوں اور اسکا علاج کر دوں شاید کہ اللہ تعالیٰ اسے میرے ہاتھ پر شفا عطا فرما دے۔

وہ آئے اور حضور ﷺ کو دیکھا اور کہا اے محمد! میرے پاس ان جنات کا منتر ہے یعنی میں ایسی بیماریوں کا علاج کرتا ہوں جو جنات کے اثر سے ہوتی ہیں اور عرب جن کو "باد" کہتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اسکے ذریعے آپ کا علاج کر دوں تب حضور ﷺ نے یہ کلمات پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ بِزِیَادَۃِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔

اس جادوگر نے کہا: آپ اپنے یہ کلمات دوبارہ ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے یہ کلمات تین بار دہرائے۔ اور پھر وہ کہنے لگے: میں نے کاہنوں شاعروں جادوگروں کا کلام سنا ہے اور میں نے ان کلمات جیسا کبھی نہیں سنا یہ کلمات بلاغت کے سمندر میں ڈوبے ہوئے یعنی بلاغت کے بیچ دریا میں جو بہت گہرا اور بہت بڑا ہے۔ اور عرض کی کہ آپ اپنا دست مبارک بڑھائیں میں آپ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں پس حضرت ضماد نے بیعت فرمائی اور مسلمان ہو گئے۔

امام مسلم نے حضرت عبد اللہ ابن عباس [129] رضی اللہ تعالی عنہما سے اس قصہ میں نصّ خطبہ کو لفظ عبدہ و رسولہ تک روایت فرمایا ہے اور مصنف علیہ الرحمہ اس کے بعد ان کلمات کی زیادتی فرمائی ہے

اَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا بَيْنَ يَدِيِ السَّاعَةِ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَ مَنْ يَعْصِهِمَا فَاِنَّهُ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهُ وَ لَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا

اللہ تعالی نے انہیں حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور قیامت سے ڈرانے والا بنا کر مبعوث فرمایا جس نے اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کی وہ ہدایت کو پہنچا اور جس نے انکی نافرمانی کی وہ اپنے آپ کو ہی نقصان پہنچاتا اور وہ اللہ تعالی کو کچھ بھی نقصان نہیں دیتا۔ اس طرح شرح "صراط المستقیم" [130] مصنفہ عبد الحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ الحقی میں ہے۔

اور شیخ عبد الحق محدّث دہلوی کی "شرح مشکوۃ" میں حضرت یعلی بن اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ [131] سے مروی ہے، امیہ ہمزہ کی پیش، میم کی زبر، یا کی تشدید

---

129 عبد اللہ بن عباس بن عبد المطلب، آپ کی کنیت ابو العباس ہے۔ ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے۔ اور ایک رویت میں ہے کہ آپ کی نبی ﷺ کی وفات کے وقت ۱۳ سال عمر تھی اور صحیح یہ کہ اس وقت آپ کی عمر ۱۵ سال تھی۔ اور طائف میں سن 68ھ میں عبد اللہ بن زبیر کے دور میں آپ کی وفات ہوئی۔ عبد اللہ بن زبیر نے آپ کو مکہ سے طائف کی جانب بھیج تھا۔ 70 سال کی عمر میں وفات پائی اور 74، 71 سال کا بھی قول کیا گیا ہے آپ کی نماز جنازہ محمد بن حنفیہؒ نے پڑھائی اور فرمایا کہ اس امت کا عالم ربانی آج چلا گیا۔ (الاستیعاب 284/1)

130 شرح صراط المستقیم ص 203

131 یعلی بن امیہ تمیمی، جنگ رِدّہ کے دوران حضرت ابو بکر نے یعلی بن امیہ کو حلوان کے علاقے کا والی بنایا اور حضرت عمر کے زمانہ میں یمن کے بعض علاقوں کے عامل مقرر ہوئے۔ اور

کے ساتھ ہے اور آپ کو ام منیہ بھی کہتے ہیں منیہ میم کی پیش نون کی جزم اور یا کی زبر مخفف کے ساتھ، آپ قریش کے حلیف صحابی ہیں، فتح مکہ کے روز اسلام لائے حنین، طائف، تبوک کے غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ حضرت عمر کی طرف سے علاقہ نجران کے گورنر تھے۔ اور آپ کا شمار اہل حجاز میں ہوتا ہے۔

قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ يَقْرَأُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَ نَادُوا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ .

(یعلی بن اُمیہ) فرماتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ منبر پر یہ آیت پڑھ رہے تھے "اور دوزخی آواز دینگے اے مالک! چاہیے کہ تیرا رب ہمارا فیصلہ فرمادے"[132]

یعنی دوزخی فریاد کریں گے اور آواز دینگے کہ اے مالک (داروغہ دوزخ کا نام ہے) اپنے پروردگار سے عرض کر کہ ہمیں مارنے کا حکم دیدے تاکہ ہم عذاب سے خلاصی پا جائیں قرآن کریم میں ہے کہ مالک انہیں جواب دیگا "اِنَّكُمْ مَّاكِثُوْنَ" تمہاری آرزو باطل ہے تم اسی آگ میں رہو گے اور تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہوگا۔ حضور ﷺ ڈرانے کے لیے یہ آیت پاک تلاوت فرماتے تھے۔ (بخاری[133] و مسلم[134])

=

مشہور تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ سن 88ھ میں وفات فرمائی۔
(الاستیعاب 3/2)

132 اشعۃ اللمعات ج 2 ص 644
133 الصحیح البخاری 7- باب إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ. رقم الحدیث: 3230 (139/4)
134 الصحیح للمسلم ... تخفیف الصلوۃ والخطبۃ رقم الحدیث: 2048 (13/3)

عَنْ أُمِّ هِشَامٍ[135] بِنْتِ الْحَارِثِ (بْنِ النُّعْمَانِ) قَالَتْ مَا أَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ إِلَّا عَنْ لِسَانِ رَسُولِ اللهِ يَقْرَؤُهَا كُلَّ جُمُعَةٍ عَلَى الْمِنْبَرِ إِذَا خَطَبَ النَّاسَ[136]

اُمّ ہشام بنت حارث (بن نعمان) سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نے سورہ قٓ والقرآن المجید رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سیکھی۔ آپ ہر جمعہ ممبر شریف پر یہ سورت پڑھا کرتے تھے جب آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے۔

اُمّ ہشام سے روایت ہے، آپ انصاری صحابیہ ہیں فرماتی ہیں کہ میں نے سورہ قٓ والقرآن المجید رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سن کر یاد کیا۔ آپ ہر جمعہ منبر شریف پر یہ سورت پڑھا کرتے تھے جب آپ لوگوں کو خطبہ ارشاد فرماتے۔

ظاہر یہ ہے کہ ہر جمعہ میں پڑھنے سے چند دفعہ پڑھنا مراد ہے۔ اور ان جمعوں میں وہ صحابیہ حاضر ہوتیں اور سنتیں، نہ کہ ہمیشہ ساری عمر خطبہ میں یہی سورت پڑھتے تھے اور اسی طرح حضرت اُمّ ہشام رضی اللہ عنہا نے بھی اس کا اول حصہ ہی یاد کیا ہوگا (انتہیٰ عبارۃ شرح[137] المشکوٰۃ) شرح مشکوٰۃ کی عبارت ختم ہوئی۔

"شرح صراط المستقیم" میں تحریر فرمایا ہے کہ

---

135 اُمّ ہشام بنت حارثہ بن نعمان انصاریہ، ان سے خبیب بن عبد اللہ اور یحیٰی بن عبد اللہ نے روایت کیا لیکن ان دونوں نے ان سے نہیں سنا بلکہ ان کے درمیان عبد الرحمٰن بن سعد واسطہ ہیں۔ احمد بن زہیر نے کہا کہ میں نے اپنے والد سے کہتے ہوئے سنا کہ اُمّ ہشام بنت حارثہ نے بیعت رضوان کی تھی۔ (الاستیعاب 138/2)

136 الصحیح للمسلم باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبۃ رقم الحدیث 2051۔

137 اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ ج2 ص 644

حضور ﷺ منبر پر سورہ قٓ سخت مواعظ و زواجر [138] پر مشتمل ہونے کی وجہ سے زیادہ پڑھا کرتے تھے۔ ظاہر لفظ مکمل سورت پڑھنے پر دلالت کرتا ہے اور بعض حاشیوں میں مکتوب ہے کہ بعض سورت مراد ہے اور یہی آپ کی عادت شریف تھی۔

اور امام نووی [139] کے کلام سے مکمل سورت اور بعض سورت کے پڑھنے کے درمیان تردد اور تخیر مفہوم ہوتا ہے اور بعض پڑھنا حدیث قصر خطبہ کی وجہ سے زیادہ موافق ہے [140]۔

قَالَتْ أُمُّ هِشَامِ بِنْتِ الْحَارِثِ بْنِ النُّعْمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا۔ امّ ہشام بنت حارث بن نعمان کہتی ہیں۔ آپ مشہور انصاری صحابیہ ہیں۔ میرا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک سال تک ایک ہی تھا۔ اور اس سے ان کو حضور کے اقوال کی زیادہ معرفت اور قریبی پڑوسی کا شرف حاصل ہونے کی جانب اشارہ ہے۔

اور فرمایا:

---

138 وعظ و نصیحت اور ڈانٹ جھڑک۔

139 ابو زکریا، محیی الدین یحیٰی بن شرف بن مری حزامی حورانی نووی شافعی (631 - 676 ھ = 1233 - 1277 م)، فقہ و حدیث میں امام تھے، آپ کی ولادت و وفات نوا نامی گاؤں (حوران سوریا) میں ہوئی اور اسی گاؤں کی جانب آپ کی نسبت کی جاتی ہے۔ دمشق میں تعلیم حاصل فرمائی اور ایک لمبی مدت تک وہیں رہے۔

آپ کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابیں مشہور ہیں:

1۔ تہذیب الاسماء واللغات۔ 2 المنہاج فی شرح صحیح مسلم۔ 3 ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین۔ 4 شرح المہذب للشیرازی۔ 5: الاربعون حدیثا النوویۃ۔ (زرکلی، الاعلام 149/8)۔

مَا حَفِظْتُ سُورَةَ قٓ وَ فِی رِوَایَةِ مُسْلِمٍ مَا اَخَذْتُ اِلَّا مِنْ فِیْءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ بِمَا یَخْطُبُ بِهَا عَلَى الْمِنْبَرِ -

میں نے سورت قٓ کو یاد نہیں کیا اور امام مسلم کی روایت میں میں نے سورت قٓ کو نہیں لیا مگر حضور ﷺ کی دہان مبارک سے۔ آپ ﷺ خطبہ میں اسے منبر پر پڑھا کرتے تھے۔

امام مسلم کی تمام روایتوں [141] اور ابوداؤد [142] و نسائی [143] کی روایت میں "یَقْرَئُهَا کُلَّ جُمْعَةٍ" (اسے ہر جمعہ پڑھتے) کے الفاظ ہیں۔

امام نووی نے فرمایا کہ اس حدیث میں ہر جمعہ میں مکمل سورت قٓ یا بعض پڑھنے کا استحباب مراد ہے مگر مصنّف علیہ الرحمہ مطلق لائے ہیں لفظ "کل جمعۃ" سے مقید نہیں فرمایا کیونکہ مصنّف نے جہاں سے الفاظ حدیث کو نقل فرمایا ہے وہاں اسی طرح ہونگے یا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کل سے مراد کثرت و مبالغہ ہے۔ چنانچہ فرمایا: بہت بار منبر پر پڑھتے تھے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اگر کل اپنی حقیقت پر ہو تو اس سے مراد اتنی مرتبہ ہوگا جب حضرت اُمّ ہشام نے آپ کو دیکھا نہ کہ ہمیشہ [144] واللہ اعلم۔

جان لو کہ احادیث کے راویوں نے حضور ﷺ کے بہت خطبے یاد و محفوظ کیے ہیں ان میں سے ایک خطبہ جو جمعہ کی فرضیت و تاکید و تائید پر مشتمل ہے اسے مصنّف (علامہ مجد الدین فیروز آبادی) علیہ الرحمہ ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

---

141 الصحیح للامام مسلم رقم الحدیث : 2049،2050،2051،2052

142 ابوداود، سنن، باب الرجل یخطب علی قوس، رقم الحدیث : 1،1104،1102/429

143 نسائی، سنن، باب القراۃ فی الخطبۃ، رقم الحدیث : 1411 (107/3)۔

144 محدث دہلوی، عبد الحق، شرح سفر السعادۃ ص 204۔

وَ حُفِظَ مِنْ خُطَبِهِ : اور حضور کے خطبے راویان احادیث نے محفوظ کیے ہیں۔

مِنْ رِوَايَةِ اَبِي الْحَسَنِ : ابو الحسن علی بن زید[145] بن جدعان تیمی بصری کی روایت سے۔ ان کا بصرہ کے تابعین میں شمار ہے۔ اصل مکہ کے باشندے ہیں بصرہ میں اقامت فرمائی۔ انس بن مالک، ابو عثمان نہدی، سعید بن مسیب، رضی اللہ عنھم سے حدیث سنی اور آپ سے سفیان ثوری، عبد الرحمٰن بن عمر قواری نے روایت فرمائی۔ سن ۱۳۰ھ میں وفات فرمائی۔

وَ فِيهَا ضُعْفٌ : اور اس خطبہ کی روایت میں بعض راویوں کی وجہ سے ضُعف ہے۔ اور اس خطبہ کو ابن ماجہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت فرمایا ہے[146]۔

يَا اَيُّهَا النَّاسُ : اے لوگو!

تُوْبُوا اِلَى اللهِ قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا : گناہوں سے توبہ کرو اور اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہوئے گناہوں سے باز آجاؤ اس سے پہلے کہ موت آجائے اور اس دنیا سے کوچ کر جاؤ۔ جبکہ کوچ کرنے اور مرنے کا وقت متعین نہیں ہے، آج

---

145 علی بن زید ابن جدعان ۔یزید کے زمانہ میں پیدا ہوئے اور انس بن مالک، سعید بن مسیب، ابو عثمان نہدی، عروہ بن زبیر وغیرہ سے روایت کی اور ان سے شعبہ، سفیان، حماد بن سلمہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔ ابو زرعہ اور ابو حاتم نے کہا: قوی نہیں ہیں۔ امام بخاری وغیرہ نے فرمایا ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا۔ ابن خزیمہ نے فرمایا: میں انکی یاد داشت کی کمزوری کی وجہ سے ان سے احتجاج نہیں کرتا ہوں۔ سن 130ھ میں وفات فرمائی۔ (سیر اعلام النبلاء 207/5)

146 قزوینی، ابن ماجہ، سنن، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیھا، باب فی فرض الجمعۃ، حدیث نمبر: 1081 (343/1)

ہی موت کے آپہونچنے کا احتمال ہے اس لیے توبہ کی جانب جلدی کرو اور اس میں ٹال مٹول پر راضی نہ ہو اور فرمایا:

وَ بَادِرُوْا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ: اور نیک کاموں کی طرف جلدی کرو۔

وَ صِلُوا الَّذِي بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ رَبِّكُمْ : تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان کی نسبت کو جوڑو ہے اسے نہ توڑو بلکہ اور مضبوط کرو۔

بِكَثْرَةِ ذِكْرِكُمْ : اللہ عزّ اِسمہٗ کا زیادہ ذِکر کرکے۔

ذِکر عرف میں لاالہ الااللہ دل وزبان سے کہنے کو کہتے ہیں، یہی مشہور ہے۔ اور اہلِ تحقیق کے نزدیک ذکر ہر نیک کام کو شامل ہے جس سے اللہ کا قُرب حاصل کیا جائے۔ اسی وجہ سے حدیث میں آگے جو فرمایا کہ "وکثرۃ الصدقۃ" الخ یہ عام کو ذِکر کرنے کے بعد خاص کو بیان کرنا ہے۔

وَ كَثْرَةِ الصَّدْقَةِ فِي السِّرِّ وَ الْعَلَانِيَةِ : اور ظاہر و پوشیدہ میں زیادہ صدقہ کرکے

تُؤْجَرُوا : تاکہ اجر و ثواب دیے جاؤ۔ اتنا بڑا اجر کہ جس کی مقدار اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ اجر عمل میں سچائی اور اخلاص کے مطابق ہوگا۔ اسی وجہ سے کوئی مخصوص اجر بیان نہیں فرمایا بلکہ مطلق ہی رکھا۔

وَ تُحْمَدُوا : اور تاکہ خالق و مخلوق کے نزدیک تعریف کیے جاؤ

وَ تُرْزَقُوا : اور تاکہ رزق دیے جاؤ اور تم پر زمین و آسمان کی برکتوں کے دروازے کشادہ کردیئے جائیں۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ فَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمْعَةَ فَرِيْضَةً مَكْتُوْبَةً : جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر نماز جمعہ فرض فرمائی ایسا فرض کہ قرآن

فِي مَقَامِي هَذَا ، فِي شَهْرِي هَذَا ،فِي عَامِي هَذَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ میرے اس کھڑے ہونے کی جگہ میں ، میرے اس مہینے میں ، میرے اس سال میں روز قیامت تک کہ بندوں کی تشریع وتکلیف اس دن پر ختم ہو جائے گی۔

اسے بیان کرنے کا مقصد جمعہ کی فرضیت کی تاکید کی جانب اشارہ کرنا ہے۔

اور آپ کا فرمان " في مقامي هذا " استطرادی ہے۔اور لفظ مقام اسم زمان کا احتمال رکھتا ہے تب خطبہ پڑھنے کا دن مراد ہوگا اور اگر اسم مکان بھی ہو تب بھی اس سے مراد وہ وقت ہوگا جس وقت میں آپ نے خطبہ فرمایا فافہم (تو سمجھ لے)۔

مَنْ وَجَدَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا : ہر اس شخص پر جمعہ فرض ہے جو جمعہ کی استطاعت رکھتا ہو اور نماز جمعہ تک پہونچ سکتا ہو نیز شرائط جمعہ مجتمع ہوں پس اس پر جمعہ واجب ہوگا۔

اور وُجوبِ جمعہ کی شرائط کُتُبِ فقہ میں مذکور ہیں ۔ اور شاید آپ کہیں کہ کتابوں کا حوالہ دور ہے اگر یہیں بیان کر دیا جائے بہت قریب ہو جائے۔

جان لو ! جمعہ کے وُجوب کی شرطیں شہر کے وُجود کے بعد بالغ ہونا ، عاقل ہونا ، مرد ہونا ، آزاد ہونا ، مقیم ہونا ، صحتمند ہونا ، آنکھوں اور پیروں کا سلامت ہونا ہیں۔

جمعہ مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں ۔ آزاد پر غلاموں پر نہیں۔ مقیم پر مسافر پر نہیں۔ تندرست پر بیمار ، اندھے و لنگڑے پر نہیں ۔اور ہر وہ شخص جو نماز جمعہ کی ادا سے ایک رات پہلے اپنے گھر پہونچ جائے اور رات گذارے اس پر جمعہ

وَ بِهٰذَا قَالَ الْاِمَامُ اَبُو حَنِيْفَةَ: یہی امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا ہے اور ایسا ہی حدیث میں بھی آیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْجُمُعَةُ عَلٰى مَنْ آوَاهُ اللَّيْلُ (أَخْرَجَهُ التِّرْمِذِي)[147]: رسول خدا ﷺ نے فرمایا اس شخص پر جو رات میں پناہ گزیں ہو جائے جمعہ فرض ہے (اسے امام ترمذی نے تخریج فرمائی ہے)۔

اور "من وجد اليه سبيلا" کی عبارت سے اسی مسافت کی مقدار کو بیان کرنا مقصود ہے کہ جمعہ کی نماز تک پہنچنا ممکن ہو اور ہم نے اسے تمام شرائط کے ساتھ بیان کر دیا تاکہ عام فائدہ ہو۔

فَمَنْ تَرَكَهَا فِي حَيَاتِي أَوْ بَعْدِي : پس جو شخص میری زندگی میں یا میری زندگی کے بعد نماز جمعہ چھوڑے

جُحُوْدًا بِهَا أَوْ إِسْتِخْفَافًا بِهَا : اس کا انکار کرتے ہوئے یا اسے ہلکا، کم گردانتے ہوئے۔

لَهُ إِمَامٌ جَائِرٌ أَوْ عَادِلٌ : ان کا بادشاہ ظلم کرتا ہو یا عدل کرتا ہو۔ ہر صورت و تقدیر میں جمعہ کی نماز ہاتھ سے چھوٹنی نہیں چاہیئے۔

اور اس جگہ بہت مشکل و غامض بحث یعنی مصر کی تعریف میں جس کا اعتبار کیا جاتا ہے اور جس کا عدالت، اقامتِ حدود و دیگر احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں اعتبار کیا جاتا ان کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

---

147 ابو عیسی، ترمذی، باب ما جاء من کم تؤتی الجمعة، حدیث نمبر : 502/501 (75/374/2)

شعائر اسلام ہر حالت میں کیے جانے چاہیئے کہ اپنے آپ کو آخری زمانہ میں کہہ کر دامن نہ چھڑایا جائے۔ آخر کار عبد الملک بن مروان [148] اور اسکے امیر حجاج بن یوسف [149] کے زمانہ میں بھی جمعہ قائم کیا گیا اور ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہ تھا اور حضور ﷺ کے صحابہ کرام موجود تھے اور ان میں سے کسی نے بھی انکار نہیں کیا دوسرے کیا کہہ سکتے ہیں۔

اور یہ نہ کہا جائے کہ صحابہ کرام مظلومیت اور ان ظالموں کے خوف کی وجہ سے چپ رہے تھے اور اس سے انکی رضائے باطنی معلوم نہیں ہو سکتی کیونکہ صحابہ کرام کا ظلم کے خوف کی وجہ سے باطل پر اجماع جائز نہیں ہے ورنہ دین کے بہت سارے احکام کا باطل ہونا لازم آئے گا۔

نیز علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ظالم بادشاہ اگرچہ دوسرے اُمور میں ظلم کرے لیکن جمعہ کے قائم کرنے میں عدل کرے یہی مقدار عدل کافی ہے اور انصاف کی رعایت سبھی معاملات میں دشوار و مشکل ہے۔

اور فرماتے ہیں: ان ممالک میں جہاں بادشاہ کافر ہوں مسلمانوں کو جمعہ و عیدین قائم کرنا چاہیے، مسلمانوں کی رضامندی سے کسی کو قاضی مقرر کریں پس وہ قاضی بن جائے۔

---

148 عبد الملک بن مروان بن حکم بن ابو العاص بن امیہ اموی، سن 26ھ میں ولادت ہوئی۔ حضرت عثمان، ابوہریرہ، ابو سعید، ام سلمہ، معاویہ، ابن عمر وغیرہ سے سنا اور ان سے عروہ، خالد بن معدان، رجاء بن حیوۃ وغیرہ نے حدیث روایت کی ہے۔ اپنے باپ کے بعد شام و مصر کے مالک ہوئے اور ابن زبیر سے جنگ کی۔ شاول سن 86ھ میں وفات فرمائی۔ (سیر اعلام النبلاء 275/7)

149 حجاج بن یوسف ثقفی، بغدادی، حجاج بغداد میں پرورش پائی اور وہیں علم حاصل کیا۔ سن 59 میں وفات پائی۔

بالجملہ فرمایا کہ جو نماز جمعہ ترک کرے '' فَلَا جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَہٗ '' تو اللہ تعالی اسکے تفرقہ اور پریشانی کو جمع نہیں فرمائے گا۔ شمل اضداد میں سے ہے تفرقہ اور پریشانی دونوں معنوں میں آتا ہے اور یہاں معنی اخیر مراد ہے۔

وَ لَا بَارَکَ لَہٗ فِي أَمْرِہٖ۔ اور نہ اللہ تعالی اسکے کام میں برکت دے گا

اَلَا - خبردار ہو یعنی مخاطب کو کہا جا رہا ہے۔ اور سُن

لَا صَلَاۃَ لَہٗ وَ لَا صَوْمَ لَہٗ وَ لَا زَکَاۃَ لَہٗ وَ لَا حَجَّ لَہٗ وَ لَا بِرَّ لَہٗ

تارک جمعہ کی نماز، روزہ، زکاۃ، حج، اور کوئی نیک کام مقبول نہیں ہے

حَتّٰی یَتُوْبَ فَإِنْ تَابَ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ

یہاں تک کہ جمعہ کی نماز چھوڑنے اور اسے ہلکا گرداننے اور انکار کرنے سے توبہ کرلے۔ اگر توبہ کرے اور گناہ سے رجوع کرلے اللہ تعالی اپنے عفو ورحمت سے اسکی توبہ قبول فرمائے گا۔ ('' شرح صراط المستقیم '' کی عبارت ختم ہوئی)[150]

''سیرت شامیہ ''کی چوتھی قسم کے باب اول کی فصل خامس میں ہے:

'' حضرت سعید بن عبد الرحمٰن جمحی[151] سے روایت ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پہلے جمعہ کا خطبہ پہنچا جسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ شریف میں بنی سالم

---

149 شرح صراط المستقیم ص 205

151 سعید بن عبد الرحمٰن جمحی مدینی۔ بغداد کے قاضی تھے۔ عثمان نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن معین سے پوچھا کہ سعید بن عبد الرحمٰن جمحی کی حدیث کیسی ہے؟ فرمایا: ثقہ ہیں۔ عبد الرحمٰن بن قسم اور انکے طبقہ سے روایت کی ہے، اصحاب علم صلاح میں سے تھے۔ امام مسلم، ابو داود، نسائی نے ان کی حدیثیں اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں۔ (الکامل فی

بن عوف[152] میں پڑھایا تھا اور یہ اسلام میں سب سے پہلی نماز جمعہ تھی۔ (خطبہ اس طرح تھا)

تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لیے میں اسکی حمد بجالاتا ہوں اور اس سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی سے بخشش و ہدایت چاہتا ہوں۔ اور اس پر ایمان لاتا ہوں سرکشی نہیں کرتا اور جو اس سے کفر کرے اس سے جنگ کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ تنہا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اسکے بندے اور رسول ہیں اللہ تعالی نے انہیں ہدایت، دین حق، نور، وعظ و نصیحت کے ساتھ رسولوں کے زمانہ کے بعد اور علم کی کمی، لوگوں کی گمراہی اور زمانہ کے انقطاع کے وقت مبعوث فرمایا۔ ہم قیامت کے دن اور موت کے قریب ہونے پر ایمان رکھتے ہیں۔ جس نے اللہ اور اسکے رسول کی پیروی کی اس نے ہدایت کو پالیا اور جس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی تو یقیناً وہ ہلاک، برباد و گمراہ ہو گیا۔

میں تم کو اللہ کے خوف کی وصیت کرتا ہوں اس لیے کہ سب سے بہتر وصیت جو ایک مسلمان بھائی اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے کرتا ہے وہ آخرت کے متعلق ہو اور اسے خوف خدا کا حکم دے تو تم ڈرو جس سے اللہ نے تم کو ڈرایا اور اس

---

152 جب نبی کریم ﷺ مدینہ میں آئے۔ اس وقت مقام قبا میں طار دن قیام فرمایا اور مسجد کی بنیاد رکھی اور جمعہ کے دن وہاں سے نکلے اور جب بنی سالم بن عوف میں پہونچے تو نماز جمعہ کا وقت ہو گیا وادی رانوناء میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ وادی رانوناء قبا اور مسجد نبوی ﷺ کے درمایں ایک چھوٹی سی وادی ہے۔ اس وادی کا نام خاص لوگ جانتے ہیں لیکن وہاں مسجد جمعہ معروف ہے۔

(معجم البلدان 19/3، المعالم الجغرافیۃ الواردۃ فی السیرۃ ص 135)

سے افضل کوئی دوسرا ذکر نہیں ہے۔ اور جو خوف خدا کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے جملہ اعمال بجالائے اسکے آخرت کے تمام مشکل و کٹھن کاموں میں خوف خدا مددگار و سچا معاون ہوگا۔ اور جو اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملہ کو ظاہر و پوشیدہ میں خالص خدا کی رضامندی کے خاطر درست رکھے تو دنیا میں اسکی شہرت و مقبولیت ہوگی اور موت کے بعد اسکے لیے خزانہ ہوگا جب ہر آدمی اپنے آگے بھیجے ہوئے عمل کا محتاج ہوگا اور جو غیر اللہ کے لیے عمل کیے ہونگے انہیں دیکھ کر چاہے گا کہ میرے اور عمل بد کے درمیان ایک لمبی مدت ہو اور اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے اسی نے اپنی بات سچ کی اور وعدہ پورا کیا اور اس میں خلاف ورزی نہیں اس لیے کہ وہ کہتا ہے میرے پاس بات میں تبدیلی نہیں اور نہ ہی میں بندوں پر ظلم کرتا تو تم اللہ سے ڈرو دنیا و آخرت کے معاملہ میں ظاہر و پوشیدہ میں اس لیے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اسکی خطاوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس کے ثواب کو بڑھا دیتا ہے۔ اور جو اللہ سے ڈرا اسنے بڑی کامیاب حاصل کی۔ اور بے شک خوفِ خدا ناراضگی و سخطِ رب جبّار سے محفوظ رکھتا ہے اور چہروں کو روشن کرتا ہے اور رب کو راضی کرتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے تو تم لوگ اپنا حصہ لے لو اور بہت زیادہ اللہ کی نافرمانی نہ کرو۔ اللہ تعالی نے تمہیں اپنی کتاب سکھائی اور تمہارے لیے اپنا راستہ مقرر کیا تاکہ سچوں اور جھوٹوں کو جان سکو۔ تو تم لوگوں کے ساتھ بہتر سلوک کرو جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ بہتر سلوک کیا۔ اور اللہ تعالی کے دشمنوں سے دشمنی کرو اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو کہ اس نے تمہیں دوسرے انسانوں پر اختیار فرمایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا تاکہ ہلاک ہونے والا دلیل کے ہوتے ہلاک ہو جائے اور زندہ رہنے والا دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔ ہر طاقت اللہ ہی سے ہے تو اللہ کو خوب یاد کرو اور جان لو کہ اللہ کا ذکر دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے اور

موت کے بعد کی زندگی کو یاد رکھو۔اس لیے کہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان کے معاملہ کو درست کرلے تو اللہ تعالی اس بندے کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملہ کے لیے کافی ہے۔ یہ اس لیے کہ اللہ لوگوں پر فیصلہ کرتا ہے اور وہ اللہ کا فیصلہ نہیں کرتے اور وہی لوگوں کا مالک ہے اور لوگ اس کے مالک نہیں ہیں۔اللہ سب سے بڑا ہے۔اور کوئی طاقت و قوت نہیں ہے مگر اللہ بلند و عظیم کی۔(سیر کی عبارت ختم ہوئی)[153]

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ نے "اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ" میں لکھا ہے کہ

"حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

"كَانَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَءُ الْقُرْآنَ وَ يُذَكِّرُ النَّاسَ"

رسول اللہ ﷺ کے دو خطبے ہوتے تھے آپ دونوں کے درمیان بیٹھتے تھے اتنی مقدار کہ آپ کا ہر عضو اپنی اپنی جگہ قرار پذیر ہو جاتا تھا اور صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپ اس میں دعا کیا کرتے تھے اور یہ بیٹھنا سنت ہے۔واجب نہیں ہے۔

آپ قرآن پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے اور لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے اور آخرت کے ثواب و عذاب کے حالات بیان فرماتے[154]۔

---

153 "سُبُل الهُدی والرّشاد" 332/3

اور "سفر السعادہ" میں مذکور ہے امام ترمذی نے جابر بن سمرہ سے روایت فرمائی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت نمازیں پڑھیں پس آپ کی نماز درمیانی ہوا کرتی تھی یعنی بہت لمبی نہیں ہوتی تھی۔

اور ابو داود میں جابر بن سمرہ ہی سے مروی ہے کہ آپ کی نماز و خطبہ درمیانے ہوا کرتے تھے۔ خطبہ میں قرآن کی چند آیتیں پڑھتے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت فرماتے[155] اور اگر کبھی دراز بھی فرماتے تو نماز کی بنسبت مختصر ہی رہتا اور نماز کو ہمیشہ خطبہ کی بنسبت دراز ہی فرماتے۔ اور نماز کو دراز کرنے اور خطبہ کو مختصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نمازی کا اصل مقصد نماز ہے لہٰذا اُسے دراز کیا جائے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: إِنَّ طُوْلَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَ قِصَرَ خُطْبَتِهِ مِئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ: مرد کا نماز کو دراز کرنا اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کے علم و فقہ کی علامت و نشانی ہے۔

خطبہ کو مختصر کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ پند و نصیحت کے لیے ایک کلمہ بھی کافی ہوتا ہے خصوصا حضور ﷺ سے جو جوامع الکلم کے مصدر اور عجیب و غریب حکمتوں کے مظہر ہیں۔

انسان کو چاہیے کہ طاعت و بندگی میں کوشش کرے اور اپنے نفس کی تہذیب میں مشغول ہو جائے چنانچہ کہتے ہیں کہ "کردار باید نہ کہ گفتار" اور

---

155 عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللّٰہِ -صلی اللہ علیہ وسلم- قَصْدًا وَخُطْبَتُهُ قَصْدًا يَقْرَأُ آيَاتٍ مِنَ الْقُرْآنِ وَيُذَكِّرُ النَّاسَ. (ابوداود، سنن ، باب الرَّجُلِ يَخْطُبُ عَلَى قَوْسٍ، رقم الحدیث : ۱۱۰۳، ۱/ ۴۳۰)

دوسروں کو وعظ و نصیحت کرنے سے تکبر و خود ستائی پیدا ہوتی ہے اور قول کا فعل کے مطابق نہ ہونے کا گمان بھی پایا جاتا ہے۔

امام مسلم نے ابو وائل سے روایت فرمائی ہے کہ ہمیں حضرت عمار نے خطبہ دیا تو مختصر پڑھا لیکن بلیغ پڑھا جب منبر سے نیچے آئے تو میں نے کہا: اے ابو یقظان! یقیناً آپ نے بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا لیکن مختصر دیا اگر اسے تھوڑا لمبا فرماتے تو بہتر ہوتا۔ حضرت عمار نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

"إِنَّ طُوْلَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَ قِصَرَ خُطْبَتِه مِئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ فَأَطِيْلُوا الصَّلَاةَ وَ أَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ وَ إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا"[156]

ترجمہ: مرد کی نماز کا مختصر ہونا اور اسکے خطبہ کا طویل ہونا اسکے فقہ و علم کی علامت ہے تو نماز کو لمبا کرو اور خطبہ کو مختصر کرو اور کچھ بیان جادو کی حیثیت رکھتے ہیں۔

یہ قول (کچھ بیان جادو کی حیثیت رکھتے ہیں) بیان کی تعریف و برائی دونوں کو شامل ہے یعنی بیان و خطاب دل کو مائل کرنے اور کسی چیز کی جانب پھیرنے میں جادو کے مشابہ ہے۔ اگر بیان و خطاب کو حق کی طرف مائل کرنے میں صرف کیا جائے تو قابل تعریف ہے اور اگر باطل کی جانب مائل کرنے میں صرف کرے تو قابل مذمت و بُرائی ہے اور اس حدیث کے مورد استعمال میں دونوں معنیٰ مقصود

---

156 مسلم، صحیح، باب تخفف الصلاۃ والجمعۃ، رقم الحدیث: 2046(12/3)

و مراد ہیں۔ (جیسا کہ احادیث بنویہ سے تعلق رکھنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے) انتہی[157]

اور حضور ﷺ ہمیشہ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے بیٹھ کر نہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا فَمَنْ نَبَّأَكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فقدْ كَذَبَ فَقَدْ وَاللَّهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفَىْ صَلاَةٍ (رواہ مسلم)[158]

حضرت جابر اور انکے والد سمرہ دونوں صحابی ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص کے ہمشیر زادہ ہیں۔ حضرت جابر حضور ﷺ اور اپنے باپ اور حضرت عمرو علی رضی اللہ تعالی عنھما سے روایت کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ بنی ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ پڑھتے تو جو تمہیں یہ خبر دے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے اس نے جھوٹ بولا اللہ کی قسم بے شک میں نے آپ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھیں ہیں۔

اس عبارت سے فوراً جو بات ذہن میں آتی ہے یہ ہے کہ نماز سے نماز جمعہ مراد ہے مگر یہ درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مکمل زندگی میں پانچ سو کے قریب جمعے پڑھے ہیں کیونکہ آپ نے پہلا جمعہ مدینہ منورہ میں آنے کے بعد

---

157 شرح سفر السعادۃ ص206

158 صحیح مسلم، باب ذکر الخُطْبَتَيْنِ قَبْلَ الصَّلاَةِ وَمَا فِيهِمَا مِنَ الْجَلْسَةِ، رقم الحدیث:

پڑھا اور مدینہ شریف میں آپ کے قیام کی مدت دس سال ہے لہٰذا اس سے نماز پنجگانہ مراد ہے اور حضرت جابر کا مقصد حضور ﷺ کے ساتھ زیادہ عرصہ صحبت کو بیان کرنا ہے۔ اسے امام مسلم نے روایت فرمایا ہے جیسا کہ "شرح مشکوۃ" میں ہے[159]

فصل : شرائط خطیب کا بیان

خطیب کے لیے شرط ہے کہ جمعہ کی امامت کا اہل ہو

اور خطیب کے لیے یہ اُمور سنت ہیں

(۱) طہارت (۲) قیام (۳) قوم کی جانب چہرہ کرنا (۴) خطیب کے نکلنے سے داخل ہونے تک سلام و کلام چھوڑ دینا اس طرح "بحر رائق" میں ہے اور "قنیہ" میں ہے کہ یہی درست ہے اور خطیب کے لیے شرط ہے کہ وہ جمعہ کی امامت کی صلاحیت رکھتا ہو (انتہی) اور "ہدایۃ المقتدین" میں لکھا ہے کہ اگر خطیب خطبہ کی معنی کو نہ جانتا ہو تو جمعہ جائز نہیں ہے (اس مسئلہ کی تحقیق اوت قول فیصل آئندہ صفحات میں موجود ہے) ۔(انتھی) [160]

اور اگر ایسا شخص امامت کرے جس نے خطبہ نہیں سنا تو جائز نہیں ہے اس طرح "کفایہ" اور "فتح القدیر" (شرح ہدایہ میں ہے) [161]۔

اور مولانا مخدوم محمد ہاشم نگر ٹھٹوی [162] رحمہ اللہ کی کتاب "فرائض الاسلام" [163] میں نماز جمعہ کی صحت کے تیرہ فرائض میں سے آٹھوں فرض یہ بیان کیا ہے کہ

---

160 البحر الرائق شرح کنز الدقائق 163/5

161 فتح القدیر 216/3

162 مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی متوفی 1174ھ رحمہ اللہ ایک عظیم مصنّف، مفسّر، محقّق، اور فقیہ تھے آپ کی تصانیف ۲۰۰ سے زائد ہیں جن میں عربی و فارسی، سندھی زبان میں مختلف اسلامی علوم و فنون کو شامل ہیں۔

163 فرائض الاسلام مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمہ اللہ کی کتاب ہے اس کتاب کے بارے میں خود

" امام پورے خطبہ میں یا بعض خطبہ میں حاضر رہا ہو اگر امام خطبہ میں بالکل حاضر نہ رہا تو نہ اسکی نماز درست ہے اور نہ ہی مقتدیوں کی "۔ انتھی [164]

اور " بحر رائق " میں " مجتبی " سے منقول ہے کہ سارے خطبہ یا بعض میں حاضری امام کے لیے شرط ہے ماموم کے لیے شرط نہیں ہے انتھی [165]

اور امام سے مراد اصلی امام ہے یا وہ جو نماز شروع ہونے سے پہلے حدث کے لاحق ہونے کے سبب خلیفہ بنایا گیا ہو۔ اس طرح " امداد الفتاح " میں ہے مگر جسے نماز شروع ہونے کے بعد حدث لاحق ہونے کے سبب خلیفہ بنایا گیا ہو اس خلیفہ کے لیے خطبہ کے وقت حاضری کی شرط نہیں لگائی جائے گی۔ اسکی " عقد اللآلی " اور " امداد الفتاح " [166] میں تصریح موجود ہے۔

اور " بحر رائق " میں ہے کہ خطبہ کے فرائض دو ہیں (۱) وقت اور (۲) اللہ کا ذکر [167]

اس سے معلوم ہوا کہ خطیب کا معنی خطبہ جاننا تیسرا فرض نہیں ہے۔ بے شک عالم خطیب کا اختیار کرنا زیادہ احتیاط ہے تاکہ خطیب اپنے کہے کو جانے۔ اور

=

کرنا ہر مسلمان مکلف پر فرض ہے۔ مجھ سے پہلے بعض احباب نے انکو جمع کرنے کی کوشش کی لیکن تعداد میں سہو کیے ہیں جیسا کہ اہل اتقان پر پوشیدہ نہیں ہے۔ (مقدمہ فرائض الاسلام)

164 مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی، فرائض الاسلام ص 116 مخطوط

165 البحر الرائق شرح کنز الدقائق 163/5 (وَأَمَّا شُهُودُ الْخُطْبَةِ فَشَرْطٌ فِي حَقِّ الْإِمَامِ دُونَ الْمَأْمُومِ)

166 امداد الفتاح شرح نور الایضاح ص 522 تحقیق بشار بکری عرابی

اسی لیے حضور ﷺ بنفس نفیس (خود) صحابہ کے درمیان خطبہ دیتے تھے اور اس طرح سے آپ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین بھی خود ہی خطبہ دیتے تھے۔

اور "فتاوی عالمگیری" میں ہے کہ خطیب کے لیے امامت کا اہل ہونا شرط ہے ایسا "بحر رائق" میں "زاہیدی" سے منقول ہے[168]۔

اگر بچہ خطبہ کہے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اختلاف ایسے بچے کے متعلق ہے جو عقل رکھتا ہو اسی طرح "مختار الفتاوی" میں ہے اور "خلاصہ" میں صراحت ہے کہ اگر بچہ امام کی اجازت سے خطبہ کہے اور بالغ شخص جمعہ کی امامت کرے یہ جائز ہے اس طرح "بحر رائق" میں ہے[169]۔

---

168 فتاوی عالمگیری 162/1 دار الکتب العلمیہ

فصل : خطیبوں کو ممنوعات شرعیہ سے روکنے کا بیان

حضرت انس[170] اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور دونوں نے حدیث معراج میں بیان کیا ہے کہ پھر نبی ﷺ کو ایسی جماعت کے پاس لے جایا گیا جن کی زبانوں اور ہونٹوں کو لوہے کی قینچی سے کاٹا جارہا تھا آپ نے استفسار فرمایا: اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یہ فتنہ برپا کرنے والے خطیب ہیں[171]۔

اور "روضة العلماء"[172] میں ہے کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں (اسے شرح کرخی میں ذِکر کیا ہے)

---

170 انس بن مالک خزرجی نجاری بصری، خادم رسول اللہ ﷺ، آپ کے والدہ کا نام ام سلیم بنت ملحان انصاریہ ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرماکر مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت آپ کی عمر شریف ۸ سال یا ۱۰ سال تھی اور آپ نے جنگ بدر میں حضور ﷺ کے خادم بن کر شرکت فرمائی۔ آپ کی وفات بصرہ میں ہوئی اور بصرہ میں انتقال کرنے والے صحابہ میں سب سے آخری تھے اور وفات کے وقت آپ کی عمر ۹۹ یا ۱۰۰ یا ۱۱۰ تھی اور حضور ﷺ نے آپ کی اولاد و مال میں برکت کی دعا فرمائی تھی۔ (الاستیعاب 35/1)

171 أخرجه أحمد 120/3 (12235) و180/3 (12887)، أبي يعلى في مسنده، ج 7 ص 180 حديث رقم: 4160۔

172 روضة العلماء: شیخ ابو علی حسین بن یحییٰ بخاری زندویستی حنفی کی تصنیف ہے، آپ نے مقدمہ میں ذِکر فرمایا ہے کہ میں نے اس کتاب کو ایک عرصہ قبل لکھا تھا اور اپنے دروس میں کئی لوگوں کو املاء بھی کروایا تھا لیکن اس نسخہ میں مسائل فقہیہ و احکام شرعیہ کا بیان نہیں تھا جس کا نام "روضة المذکرین" رکھا تھا لیکن پھر عمومی مجالس میں حاضر ہونے والے کچھ احباب نے دوسری بار لکھنے اور مسائل شرعیہ کے شامل کرنے پر اصرار فرمایا تو ہر باب میں پانچ سے دس مسائل شامل کیے اور اس کا "روضة العلماء" نام رکھا۔ بعض علما نے اس کا اختصار بھی کیا

امام ابو الحسن علیہ الرحمہ نے فرمایا: خطبہ طویل نہ کرے اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ مختصر فرماتے تھے۔

اور امام حسن نے امام اعظم ابو حنیفہ سے روایت فرمائی ہے کہ خفیف خطبہ کہے اللہ کی حمد و ثنا سے شروع کرے اور شہادتین پڑھے اور نبی ﷺ پر درود پڑھے اور وعظ و نصیحت کرے اور کوئی سورت پڑھے اور تھوڑا بیٹھے پھر کھڑے ہو کر دوسرا خطبہ پڑھے اللہ کی حمد و ثنا سے شروع کرے اور شہادتین پڑھے اور نبی ﷺ پر درود و سلام پیش کرے اور مومنین و مومنات کے لیے دعا کرے اور دونوں خطبوں کی مقدار طوال مفصل کی سورت جتنی ہو۔

"قوت القلوب"[173] میں مذکور ہے کہ: جو شخص امام کے فتنہ و آفت سے ڈرے بایں طور کہ ایسی بات سنے گا جس کا انکار کرنا واجب ہے یا ایسی بات دیکھے گا جس میں بھلائی کا حکم دینا یا برائی سے روکنا ضروری ہے۔ جیسے ریشم یا دیباج کے کپڑے پہننا۔ ایسے شخص کا پہلی صفوں سے دُور رہنا دل کے موافق اور ارادہ کے لیے مقوِی ہے[174]۔

---

173 اس کتاب کا پورا نام " قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب ووصف طریق المرید إلی مقام التوحید" ہے: تصوف میں ابو طالب محمد بن علی بن عطیۃ عجمی مکی (وفات: 386ھ) کی تصنیف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ علم تصوف کے گہرے و غامض مسائل میں ان جیسی کوئی کتاب نہیں ہے اور اس کتاب میں ایسی باتیں ہیں جو ان سے قبل کسی نے نہیں کہیں۔ امام محمد بن خلف اُموی اندلسی (وفات: ۴۸۵ھ) نے "الوصول الی الغرض المطلوب من جواھر قوت القلوب" نام سے اختصار فرمایا ہے۔ (کشف الظنون: 1361/2)

174 ومن خشي الفتنة والآفة في قربه من الإمام بأن يسمع ما يجب عليه إنكاره أو يرى ما يلزم الأمر فيه أو النهي عنه من لبس حرير أو لبس ديباج أو الصلاة في السلاح الثقيل للشغل كان بعده من الصفوف المقدمة أصلح

اور ایسی صورت میں خطیبوں کے منکرات کی دو قسمیں ہیں :

اول: وہ لوگ خطبوں میں ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جن سے روکنا واجب ہے۔

دوم : وہ ریشم کی چادریں اوڑھتے ہیں اور اس سے بھی روکنا واجب ہے۔

اور "سیر المحیط" میں امام ترمذی نے ابو منصور ماتریدی سے روایت فرمائی ہے کہ کہ انہوں نے فرمایا کہ جو ہمارے زمانہ کے بادشاہ کو عادل کہے اس نے بِلاشُبہ کُفر کیا اور بعض علما نے کہا کہ یہ کُفر نہ ہوگا

بندہ (عمر السنامی "نصاب الاحتساب" کے مصنّف) کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کی اصلاح فرمائے: خطیبوں پر ضروری ہے کہ ان کلمات سے پرہیز کریں تاکہ ان کے ایمان کے بارے میں اختلاف نہ ہو۔

حضرت علی [175] رضی اللہ عنہ سے ان خطیبوں کے بارے میں سوال کیا گیا جو جمعہ کے دن منبروں پر خطبہ دیتے وقت بادشاہوں کے القاب کے بارے میں کہتے ہیں عادل بادشاہ، سلطان اعظم زمانہ، دنیا کا عظیم ترین بادشاہ، شہنشاہ اعظم، مالک رقاب اُمم (قوموں کی گردنوں کے مالک)، سلطان ارض اللہ (اللہ کی زمین کا بادشاہ)، مالک بلاد اللہ (اللہ کے ملکوں کا مالک)، ناصر عباد اللہ (اللہ کے بندوں کا مددگار)، معین خلیفۃ اللہ (اللہ کے خلیفہ کا مددگار) آیا ایسا کہنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت علی نے فرمایا: مطلقاً و تحقیقاً جائز نہیں ہے کیونکہ بعض الفاظ کفر اور بعض سراسر جھوٹ ہیں۔

=

القلوب ص ۱/ ۱۲۵، تحقیق : د-عاصم ابراهيم كيالي - ط دار الكتب العلميه بيروت)

امام ابو منصور ماتریدی[176] رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے ایسے بادشاہ کے متعلق مطلقا کافر کہا جس کے بعض افعال ظلم ہیں وہ کافر ہے اس لیے کہ اگر اس کے بعض افعال ظلم و جبر ہیں اور اس شخص نے عادل علی الاطلاق کہا تو اس نے ظلم کے عدل ہونے کا اعتقاد رکھا اور جو ظلم کو عدل جانے وہ کافر ہے۔

رہا شہنشاہِ اعظم یہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں میں سے ہے بندوں کو اس سے موصوف کرنا جائز نہیں اور مالک رقاب الامم جھوٹ ہے اس لیے کہ رقاب اور امم اسم جمع ہیں اور مالک رقاب الامم کہنے سے انس و جن فرشتے وغیرہ حیوانات شامل ہونگے اور سلطان ارض اللہ اور اس جیسے دیگر القاب مطلقا جھوٹ ہیں اور جھوٹ عام حالتوں میں جائز نہیں تو منبر رسول پر کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

فرمایا رحمہ اللہ تعالی نے : اگر انسان ایسے معاملہ میں مبتلا ہو جائے اور سلطان اعظم یا بادشاہ عادل کہے اور دل میں تلقی و مجاز کا ارادہ کرے تو اللہ اور اس بندے کے درمیان معاملہ امید پر چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ سفید کو کالا اور اندھے کو اکھیالا مجازا کہنا درست ہے اسی طرح یہاں پر ہے۔ یہ محض اجازت و رخصت ہے لیکن صاحب عزیمت ایسے کلمات کو ترک کرنے والا ہے اور یہ افضل ہے۔

---

176 آپ کا نام محمد بن محمد بن محمود بن محمد ہے اور کنیت ابو منصور اور سمرقند کے ماترید علاقے کی جانب نسبت کرتے ہوئے ماتریدی کہلاتے ہیں۔ آپ کو کئی القابات سے خطاب کیا گیا ہے جن میں سے امام الھدی، رئیس اہل السنہ مشہور ہیں۔ آپ ابو ایوب انصاری صحابی رسول کی اولاد سے ہیں اور آپ کی سن ولادت کے بارے میں کوئی تاریخی پختہ ثبوت نہیں ملتا البتہ متوکل کے زمانہ حکومت یعنی سن ۲۳۲ سے ۲۴۷ کے درمیان آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ آپ کی کئی تصنیفات ہیں جن میں تاویلات اہل السنہ، کتاب التوحید، کتاب الرد علی القرامطہ، کتاب بیان وھم المعتزلہ وغیرہ مشہور ہیں۔ آپ کی وفات سن ۳۳۳ھ میں ہوئی۔

اور اس زمانہ میں اس قسم کے گناہوں سے پرہیز کرتے ہوئے بادشاہ کے حکم میں داخل ہونا ناممکن ہے اور خطابت کو ترک کرکے پاک تقوی میں مشغول ہونے میں زیادہ سلامتی ہے۔ اس لیے کہ وہ آخرت کی باقی رہنے والی عزت ہے اور دنیا کی آراستہ دولت سے بد بخت ہی مطمئن ہوتا ہے اور اللہ کی پناہ (اللہ اعلم بالصواب) اس طرح نصاب الاحتساب[177] میں ہے

اور جس کی سب سے پہلے تعریف ممبر پر ذکر کی گئی وہ محمد امین[178] ہے کہا گیا: اے اللہ تیرے خلیفہ عبد اللہ محمد امین کی اصلاح فرما۔ اس سے پہلے کسی بھی بادشاہ کی تعریف ممبر پر نہیں کی گئی جیسا کہ امام عسکری[179] کی کتاب الاوائل کے باب خامس میں ہے جو اسلام کے بادشاہوں کے متعلق وارد ہوا ہے[180]۔

اور آیت کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یَأۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَالۡاِحۡسَانِ الخ جب خطبوں سے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کرنے والوں کی لعنت کو حذف کیا گیا اس وقت اس آیت کو اس جگہ رکھا گیا۔

---

177 نصاب الاحتساب، عمر بن محمد بن عوض السنامی، تحقیق مریزن سعید مریزن، مکتبۃ الطالب الجامعی، ص۱۸۶

178 محمد بن ہارون رشید بن مہدی بن منصور، عباسی خلیفہ ہیں اور بغداد میں سن ۱۷۰ھ میں ولادت ہوئی۔ ۱۹۳ھ میں اپنے والد کے انتقال کے بعد خلافت کے والی ہوئے اور سن ۱۹۵ھ میں اپنے بھائی مامون کے ساتھ لڑائی مول لی اور مامون نے خلافت پر قبضہ کرلیا اور اپنے بھائی امین کو قتل کروادیا۔ (الاعلام للزرکلی 127/7)

179 ابو ہلال حسن بن عبد اللہ بن سہل بن سعید عسکری، ادیب تھے اہواز کے علاقہ "عسکر مکرم" کی جانب نسبت کرتے ہوئے عسکری کہلاتے ہیں۔ آپ کی تصانیف میں کتاب الاوائل، التلخیص، جمھرۃ الامثال، الحث علی طلب العلم مشہور ہیں۔ (الاعلام للزرکلی 195/2).

180 کتاب الاوائل، العسکری ص 82 پر اصل عبارت درج ذیل ہے

میری زندگی کی قسم بے شک یہ بہت بڑا گناہ اور خدا کی مرضی کے خلاف کام تھا اللہ تعالیٰ اس شخص پر غصہ، سزا و عذاب دوگنا کرے جس نے اسے ایجاد کیا اور حضور ﷺ کی دعا۔ " عَادِ مَنْ عَادَاهُ "[181] اے رب تو اس سے دشمنی کر جو علی سے دشمنی رکھے۔ کو قبول فرمائے۔

اور جس نے ان پر لعنت کرنے کو تاریخ میں ختم کیا وہ حضرت عمر بن عبد العزیز[182] رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ بے شک بنو اُمیہ اور بنو مروان حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ میں گالی دیتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز خلافت کے والی ہوئے آپ نے اسے ترک فرمادیا اور اس آیت کو اسکی جگہ بڑھایا اور چہار جانب اپنے گونروں کو لعنت چھوڑنے کا پیغام لکھا اس طرح " تفسیر کشاف " پر علامہ قطب الدین رازی کے " حاشیہ " میں ہے۔

کتاب کے مکمل ہونے پر اللہ کی حمد و تعریف اور سید الانام ﷺ اور آپ کی آل و اصحاب پر ہمیشہ درود و سلام (جب تک بجلی کڑکتی اور بادل پھٹتے رہیں) صرف اللہ بلند و عظیم کی ہی طاقت و قوت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اسکی بہتر توفیق سے یہ رسالہ مکمل ہوا۔

---

181 الطبرانی فی معجمہ الکبیر ج 2/ ص 358 حدیث رقم: 2505، البیہقی فی سننہ الکبری ج 9/ ص 131 حدیث رقم: 18126.

182 عمر بن عبد العزیز بن مروان بن حکم اموی، آپ کے زمانہ خلافت کو خلافت راشدہ میں شمار کیا جاتا ہے، عادل خلیفہ تھے، سن ٦١ ھ میں مدینہ میں ولادت ہوئی اور ولید کے زمانہ میں مدینہ کے والی مقرر کیے گئے اور سلیمان کے بعد سن ۹۹ ھ میں خلیفہ بنے، امام علی بن ابو طالب کرم اللہ وجہہ پر لعنت اور گالی گلوچ کو آپ نے بند کروایا جسے اموی خلفاء منبروں پر رائج کیا تھا۔ آپ کا زمانہ خلافت ڈھائی سال رہا اور سن ۱۰۱ھ میں وفات فرمائی۔ (الاعلام للزرکلی 49/5)

مندرہ میاں عبد اللہ اہل علم و عرفان کی نظر میں

● مخدوم محمد ہاشم بن عبد الغفور ٹھٹھوی متوفی 1174ھ:

"فضائل و فواضل پناہ، کمالات و جلائل دستگاہ، محبی بلا اشتباہ میاں عبد اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔"

● مرشد طریقہ نقشبندیہ مولانا العارف باللہ حضرت مخدوم محمد زمان لواری قدس اللہ سرہ و نور مرقدہ:

"صلاحیت نشان، فقاہیت عنوان، فضائل پناہ، جلائل دستگاہ میاں عبد اللہ۔"

● حضرت مخدوم ضیاء الدین ٹھٹھوی رحمہ اللہ:

"فضائل و فواضل پناہ، محب الفقراء و العلماء، فرحت افزائے دل دوستاں میاں عبد اللہ صاحب جیو سلمہ ربہ۔"

● جامع معقولات و منقولات مخدوم محمد صادق ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ:

"حضرت ذات گرامی صفات، فضائل پناہ، فواضل و جلائل دستگاہ، جامع کمالات صوری و معنوی، حاوی محاسن ظاہری و باطنی میاں عبد اللہ جیو۔"

● مخدوم ابراہیم بن عبد اللطیف (مرقد: سلایا مانڈی، کچھ):

"اَلْفَاضِلُ الْکَرِیْمُ وَ الْحِبْرُ الْجَسِیْمُ، ذُوْ الْمَنَاقِبِ الْمَرْضِیَّۃِ، جَامِعُ الْکَمَالَاتِ وَ الْفَضَائِلِ، مُسْتَجْمِعُ الْحَسَنَاتِ وَ الْجَمَائِلِ، حَاوِی الْمَزَایَا وَ الْفَوَاضِلِ، الْمَجْبُوْلُ عَلٰی حَمِیْدَۃِ الشَّمَائِلِ۔"